حُسنِ کلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شفیع بلوچ

ندانم کدامیں سخن گوئمت
کہ بالا تری زانچہ من گوئمت
چہ وصفت کند سعدیِ ناتمام
علیک الصلوٰۃ اے نبیؐ والسلام
(سعدیؒ شیرازی)

اگر نامِ محمدؐ را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
(جامیؒ)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است
(غالب)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
(علامہ محمد اقبالؒ)

حُسنِ کلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(فصاحت و بلاغت کے حوالہ سے)

محمد شفیع بلوچ

مثال پبلشرز

رحیم سینٹر، پریس مارکیٹ، امین پور بازار فیصل آباد

MISAAL PUBLISHERS

مثال پبلشرز

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ©

طلوعِ اوّل مارچ 2006

کتاب حُسنِ کلامِ محمد ﷺ

مصنف محمد شفیع بلوچ

ناشر محمد عابد

سرورق اسد عباس

کمپوزنگ محمد رضوان

تعداد 500

مطبع شرکت پرنٹنگ پریس

قیمت 120 روپے

اہتمام مثال پبلشرز رحیم سینٹر پریس مارکیٹ

امین پور بازار، فیصل آباد Ph:+92 41 2615359

e-mail:misaal615@hotmail.com

misaal615@yahoo.com

انتساب

اُن خوش بخت ہستیوں (رضوان اللہ علیہم) کے نام:

جنہیں آپ (ﷺ) کی زیارت نصیب ہوئی اور جنہوں نے حُسنِ کلامِ محمد (ﷺ) سماعت کرنے اور اس پرعمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کی۔

خوش رہیں تیرے دیکھنے والے
ورنہ کس نے خدا کو دیکھا ہے

(بابا ذہین شاہ تاجیؒ)

تعارف مصنف

اصل نام : محمد شفیع خان

قلمی نام : محمد شفیع بلوچ

ولدیت : علی خان

پیدائش : ۱۹۵۷ء بمقام بھمبے والا' موضع درگاہی شاہ (ضلع جھنگ)

تعلیم : ایم۔اے (اردو، پنجابی)، ایم۔ایڈ، ایم۔فل

پیشہ : تدریس

مستقل پتہ: موضع درگاہی شاہ، ڈاک خانہ: ۱۸ ہزاری، ضلع جھنگ

رابطہ نمبر : 047-7330563.Mob:0301-3963696

e.mail: shafibaloch@hotmail.com

مصنف کی دیگر کُتب

☆ شیخِ اکبر محی الدین ابن عربی

☆ مغرب اور اسلام (اکتساب و گریز کی داستان)

☆ سیرِ آفاق (مشرق و مغرب کے کشوفی اور معراجی تجربات کا بیان)

☆ جاوید نامہ (ایں کتاب از آسمانِ دیگر است)

☆ فلسفہ اور فلاسفہ ☆ تصوف کی دنیا

☆ مذاہبِ عالم میں توحید اور وحدت الوجود ☆ ٹھہرو! (افسانے)

☆ جیون اک عذاب (شعری مجموعہ) ☆ انشائیے

☆ مضامینِ علمی و ادبی ☆ مشرق کا فراموش کردہ نابغہ (انگریزی ترجمہ)

☆ تحریکِ پاکستان اور علماء و مشائخ ☆ بلوچ' تاریخ کے آئینے میں

فہرست

کہاں مَیں، کہاں یہ مقام!!	محمد شفیع بلوچ	9
باب اوّل	اہلِ عرب ــــ زبان سے بیان تک	11
باب دوم	فصاحت و بلاغت	18
باب سوم	فصاحت و بلاغتِ نبی (ﷺ)	27
باب چہارم	جوامع الکلم	48
باب پنجم	حُسنِ کلامِ محمد (ﷺ)	59
	گلدستۂ فصاحت	71
	حوالہ جات	124

"The Man's words were not false, nor his workings lure below,no inanity and slmulacrum; a fiery mass of life cast-up from the great bosom of nature herself....... the words of such a man is voice direct from nature's own heart."

(Thomas Carlyle; On Heros, Hero Worship and the Heroic in the History.,Everyman's Library,London.1965.p .50)

''ان (ﷺ) کے الفاظ دروغ نہیں تھے'نہ ہی ان کے طرزِعمل میں کوئی جال' کھوکھلا پن یا مصنوعی بھرم تھا؛وہ تو زندگی کی حرارت سے بھرپور ایک وجود تھے جس نے فطرت کی اپنی کوکھ سے جنم لیا تھا۔۔۔ایسے شخص کے الفاظ تو فطرت کے اپنے دل کی آواز ہوتے ہیں۔''

کہاں مَیں، کہاں یہ مقام !!

اللہ اللہ کہاں میرے جیسا ایک عجمی (بے زبان) اور کہاں افصح العرب (ﷺ) کے حُسنِ کلام کے متعلق گفتگو؟ سلیقۂ تحریر نہ سوچ میں بالیدگی۔۔۔! پھر بھی چلا ہوں دُنیا کے اُس اکمل ترین انسان (ﷺ) کے چمن زارِ تکلم کے پھول چننے کو، کہ جس کی شیریں سخنی کے سامنے فصحائے عرب دم سادھے حیران و ششدر کھڑے نظر آتے ہیں۔

اپنی بے بضاعتی اور علمی کم مائیگی کی بے قیمت اَٹی لیے میں بھی یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہونے چلا ہوں۔ اپنی اس سادہ لوحی پہ جانے کب رحمتِ یزدانی مسکرا اُٹھے اور میری بخشش کا ساماں ہو جائے۔

آنحضرت (ﷺ)، تاریخِ انسانیت کی واحد ایسی شخصیت ہیں کہ جن کی حیاتِ طیبہ کے حالات، واقعات اور ارشادات کے ہر ہر پہلو اور ہر ہر لمحہ کو ہر عہد، ہر مُلک اور ہر زبان میں ضابطۂ تحریر میں لایا گیا ہے اور یہ سلسلہ ورفعنالک ذکرک کے وعدے کے مطابق تا ابد جاری و ساری رہے گا۔

کسی مفسر کی تفسیری بصیرت ہو کہ کسی محدث کی استنادی سچائی، کسی عاشق کی وارفتگی ہو یا کسی فلسفی کی موشگافی، کسی محقق و مؤرخ کا تحقیقی مآل ہو کہ کسی مستشرق کا تجزیاتی کمال۔ سب کی تان بالآخر آپ (ﷺ) کی شخصیت کی اکملیت کو تسلیم کرنے پر آ کے ٹوٹ جاتی ہے اور یہ سب کچھ عین فطرتی اَمر ہے۔ اِس سلسلے میں دلائل و براہین کا ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ سوال

پیدا ہوتا ہے کہ ایک اُمی (ﷺ) کی تعلیمات نے ایک دنیا کو کیسے عاقل، روشن دل اور روشن دماغ بنا دیا؟ جواب اس کا اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ (ﷺ) کا اُسوۂ حسنہ ذاتِ انسانی کے کمالات وصفات کا مجموعہ تھا یہی وجہ ہے کہ اپنے تو ٹھہرے اپنے، پرائیوں نے بھی آپ (ﷺ) کے سوانح نگاروں میں شامل ہونے پر فخر محسوس کیا جیسا کہ مارگولیس نے لکھا ہے کہ نبی محمد (ﷺ) کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا بھی باعثِ عزت ہے۔

اسی آفتابِ عالم تاب کی حیاتِ طیبہ کے صرف ایک پہلو یعنی حُسنِ کلام پر خامہ فرسائی کی یہ ادنیٰ سی کوشش ہے، محض اِک نظرِ الطاف وکرم کے لیے وگرنہ تو

ع نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

میں اپنے تمام احباب وکرم فرماؤں کا مشکور ہوں جو مجھے اچھے اچھے مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں اور میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر اسحاق قریشی کی قیمتی رائے میرے لیے باعثِ سند ہے۔ پروفیسر ناصر عباس نیر کے صائب مشورے میری رہنمائی کا باعث بنتے ہیں علاوہ ازیں سلطان ارشد القادری، خضر عباس خان ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، الحاج اللہ بخش کلیار، طالب حسین سیال، خاور جیلانی، محمد حامد سراج، گلزار ملک، پروفیسر سیّد سلیم تقی شاہ، ممتاز بلوچ، صابر سودائی، گلزار حسین خان، زوار حسین غیور، محمد اسلم خان اور خالد مسعود کی حوصلہ افزائیاں میرے لیے باعثِ طمانیت ہیں نیز میری والدہ، بہنوں، بیوی اور بیٹوں مبشر علی خان اور مصباح الحسن خان کی دُعائیں بھی میرے شاملِ حال رہیں۔

میرے دامن میں سوائے غلطیوں کے کچھ بھی نہیں۔ علامہ اقبالؒ کی زبانی اللہ کے حضور میری بس یہی آرزو اور دُعا ہے کہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر — روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر — از نگاہِ مصطفیٰؐ پنہاں بگیر

محمد شفیع بلوچ

باب اوّل

اہلِ عرب ـــــ زبان سے بیان تک

کلام یا گفتگو انسانی زندگی کا پہلا مظہر ہے۔ افہام وتفہیم اور ابلاغ کے لیے الفاظ و آواز کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ الفاظ و آواز کے اس سلسلے کو جب معاشرتی تعلقات اور سماجی ضروریات منظم و مربوط کر دیتی ہیں تو صوت، حرف کا اور حروف الفاظ کا جامہ پہن لیتے ہیں۔ الفاظ کا یہ باہمی ربط وضبط، کلام کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ یہی کلام یا بہ الفاظِ دیگر زبان انسان اور حیوان کے درمیان سب سے بڑی حدِ فاصل ہے۔ ماہرینِ لسانیات کے مطابق زبان ایک ایسے صوتی سلسلے کا نام ہے جو انسان کے اعضائے نطقی کے ذریعے ظہور میں آتا ہے اور اعضائے سماعی کے ذریعے سماعت پذیر ہوتا ہے۔(۱)

زبان ہمیشہ سے انسان کی بنیادی ضرورت رہی ہے۔ کوئی بھی معاشرہ زبان کے بغیر نشوونما پا سکتا ہے اور نہ ہی زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کے ذریعے سے انسان اپنے تجربات، خیالات اور احساسات کو دوسروں تک پہنچاتا ہے اور چیزوں کا رشتہ زمان و مکان سے جوڑتا ہے۔(۲)

زبان افکار کے اظہار کا وسیلہ بلکہ بجائے خود سوچ بچار کا دوسرا نام ہے۔ یہ کسی قوم کی روایات، اخلاقی اقدار اور تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ کوئی بھی معاشرہ یا قوم متمدن

ہو یا غیر متمدن زبان کی ہی محتاج ہوا کرتی ہے، گویا قوموں کے عروج وزوال کے ساتھ ان اقوام وملل کی زبانوں کا عروج وزوال بھی وابستہ ہوتا ہے۔

کلام یا گفتگو زبانوں کے ارتقاء کا سبب بنی۔ نئے علوم کی دریافت اور اکتشافات نے نئی نئی تعبیرات، اصطلاحات اور معانی ومفاہیم کو جنم دیا۔ یوں زبان میں شائستگی اور شستگی آتی گئی۔

دنیا میں یوں تو ہزاروں زبانیں مروج اور مستعمل ہیں لیکن ماہرینِ لسانیات نے قدیم متمدن دنیا کے لیے دو اہم اور عظیم زبانوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایک ''بندارویائی'' اور دوسری ''سامی''۔ بندارویائی میں وہ تمام زبانیں شامل ہیں جو غیر عرب (عجم، بندارو یورپ) میں بولی جاتی ہیں، سَتم جس کی شاخیں ہند میں پیا کا پراکرت، سنسکرت اور غیر ہند میں بالتوسلاوی، ارمنی البانی، ایران میں پارسی پاستان، پہلوی، موجودہ فارسی اور دوسری شاخ جو ''کنیشم'' کہلاتی ہے۔ اس میں اسکائنڈینیوی، ڈنمارکی، انگلیسی، ہندی، لاطینی، یونانی، اشپالیائی، فرانسوی اور ہسپانوی شامل ہیں۔

سامی جو سام بن نوح کی طرف منسوب ہے، اس زبان سے جو زبانیں پیدا ہوئیں وہ عربی، عبرانی، سریانی، کلدانی نبطی وغیرہ ہیں۔ ان زبانوں میں بعض اوصاف ایسے پائے جاتے ہیں جو انہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کا تلفظ اور کوئی قوم ادا نہیں کرسکتی۔ مثلاً ح، ع، ق، ص، ض، ط، ظ۔ ان زبانوں میں مذکر اور مونث کے لیے ضمیریں اور افعال جدا جدا ہیں۔

سامی زبانوں میں صرف دو زبانیں باقی ہیں عربی اور عبرانی۔ تورات، زبور اور انجیل کی زبان عبرانی ہے۔ اسی زبان میں یہ صحف نازل ہوئے لیکن آج ان کی صورت بہت کچھ بدل گئی ہے۔ تحریف نے ان کے اصلی خدوخال میں بہت کچھ تبدیلیاں کردی ہیں۔

مولانا شبلی کے مطابق: قدما کا عام خیال یہ تھا کہ عبرانی سب سے قدیم زبان ہے۔ یورپ کے اکثر متاخرین سریانی کو قدیم تر بتاتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ یہ شرف عربی زبان کو حاصل ہے کیونکہ عبرانی اور سریانی زبان میں جس قدر الفاظ کے مادے ہیں عربی میں سب موجود ہیں۔(۳)

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ عربی زبان سامی الاصل ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو عربوں کے مقابل اظہار کی ان جیسی شیدائی ہو اور شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو جو عربی کی طرح اثر آفرینی میں اس جیسا درجہ رکھتی ہو۔ معروف مستشرق، فِلپ کے حِتّی، لکھتا ہے کہ عربوں کے یہاں ادبی اسلوبِ بیان کی جو والہانہ قدر و منزلت پائی جاتی ہے ویسی دنیا کی کسی قوم میں نظر نہیں آتی اور نہ دنیا کی کسی قوم کا دل و دماغ قوتِ الفاظ سے چاہے وہ تحریری ہوں کہ تقریری، عربوں کے دل و دماغ کی طرح اثر پذیر ہو سکتا ہے۔ عربی میں اپنے بولنے والوں کی ذہنی قوتوں پر جتنی شدت کے ساتھ اثر انداز ہونے کی خصوصیت پائی جاتی ہے، ایسی خصوصیت دنیا کی کسی اور زبان کو نصیب نہیں۔ بغداد، دمشق اور قاہرہ کے موجودہ سامعین کے سامنے عربی نظم پڑھی جائے تو اس کو پوری طرح سمجھے بغیر ہی اس پر وجد کرنے لگتے ہیں اور قدیم ادبی عربی میں ادا ہونے والی تقریروں کو کم ہی سمجھے بغیر جوش میں آ جاتے ہیں۔ قافیے، اوزان اور ترنم ان کے دل و دماغ پر وہ اثر کرتے ہیں جسے وہ ''سحر حلال'' سے تعبیر کرتے ہیں۔[۴]

اصلی سامیوں کی طرح عرب اگرچہ کوئی عظیم آرٹ تو پیدا نہ کر سکے اور نہ انہوں نے اس کو نشو و نما دی جس طرح عبرانیوں نے اپنے مذہبی گیتوں میں اپنی زباندانی کے کمال کے اظہار کا محل و موقع تلاش کر لیا تھا اور یونانیوں نے فنِ سنگ تراشی اور فنِ تعمیر کو اپنے کمال کا معیار قرار دیا تھا۔ عربوں کی فنکارانہ فطرت نے اپنے اظہارِ کمال کا صرف ایک طریقہ ڈھونڈ لیا تھا اور وہ تھا خطابت، خواہ وہ نثر میں ہو یا نظم میں۔ خطابت میں ان کو یدِ طولیٰ حاصل تھا لیکن انہوں نے نثر سے زیادہ نظم کو اظہارِ خیال اور خطابت کا ذریعہ بنایا۔ خطابت سے مراد پند و موعظت نہیں بلکہ اس سے مراد اپنی ذات اور اپنے آبا و اجداد کے کمال کا اظہار تھا اور اس وصف میں عرب اپنا ثانی اور عدیل نہیں رکھتے تھے۔ ان کے یہاں یہ ضرب المثل بہت زیادہ استعمال ہوتی تھی کہ ''جمال المرفی فصاحتہ لسانہ'' ''مرد کا حسن اس کی زبان کی فصاحت میں مضمر ہے۔'' اسی قبیل کی ایک اور کہاوت ہے کہ ''عقل چینیوں کے ہاتھوں پر اور عربوں کی زبان پر اُتری ہے۔'' یا پھر یہ کہاوت کہ 'فضل اللّٰہ اھل الصین فی الصناعات والیونانیون فی الحکم

والادب والعرب فی اللسان" فضیلت بخشی ہے اللہ نے چینیوں کو مصنوعات میں، یونانیوں کو ادب و حکمت میں اور عربوں کو خطابت ولسانی میں۔

یہ بات تاریخ کی ہر کتاب میں دکھائی دیتی ہے کہ اسلام کی آمد سے فوراً پہلے عربی زبان اپنے کمال کی حدوں کو چھو رہی تھی۔ سراج منیر لکھتے ہیں کہ زبان میں کمال کے عنصر کا پیدا ہونا صلاحیتِ زبان کے ارتقا اور اس کے کمال کو ظاہر کرتا ہے اور من حیث المجموع کسی معاشرے میں زبان کا ایک خاص درجے پر پہنچنا نفسِ ناطقہ کے حصولِ کمال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ صلاحیتِ بیان میں ادراکِ حقیقت، مشاہدے کی غیر معمولی حس اور اپنی باطنی کیفیات کی شناخت، سب کے سب شامل ہیں۔ زبان صرف بیان ہی نہیں بلکہ ایک پورا عرصۂ ادراک (Field of perception) ہے اور عربوں میں یہ کمال سامی ذہن کے اس رجحان سے پیدا ہوا جسے ہم تفکر اور مشاہدے کو یکجا کرنے کی صلاحیت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔(۵)

فصاحت یعنی نظم ونثر میں قوت اور بانکپن کے ساتھ اظہار کی صلاحیت، تیراندازی اور شہسواری۔ یہی تین چیزیں عہدِ جاہلیت میں عربوں کا سرمایہ یا بنیادی خصوصیات تھیں جس پر وہ نازاں تھے۔ اُن کے یہاں ادبی محفلیں منعقد کرنے اور شعروشاعری پر اظہارِ خیال کرنے کی روایت بہت قدیم تھی، اس طرح کی محفلوں کو "اندیہ" کہا جاتا تھا۔ خاندانِ قریش کی اپنی ایک الگ انجمن تھی جس کا نام "نادی" تھا، اس کے علاوہ کعبہ کے قُرب وجوار میں بسنے والے مختلف شعرا نے جو انجمن قائم کر رکھی تھی اُسے وہ "دارالندوہ" سے موسوم کرتے تھے۔ ان انجمنوں کے ساتھ مختلف علاقوں میں رہنے والے شعرا کبھی ذاتی سطح پر، اور عام طور پر اپنی اپنی قوم کے نمائندے کے طور پر سالانہ یا موسمی میلوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔ اس قسم کے میلوں "سوق مجنہ" اور "ذوالمجاز" کی ایک خاص اہمیت تھی مگر مجنہ اور ذوالمجاز سے کہیں زیادہ اہمیت "سوقِ عُکاظ" کی تھی۔ زمانۂ جاہلیت کے اس دور میں عربوں کے ہاں بازاروں، منڈیوں اور میلوں کا عام رواج تھا۔ یہ منڈیاں اور میلے خرید وفروخت کے علاوہ تمام عرب قبائل کے لیے اپنے اپنے مفاخر ومناقب ظاہر کرنے کے لیے بہترین تقریب کا کام دیتے تھے۔ سب

سے بڑا میلہ حج کے موسم میں مکہ معظّمہ سے چند میل کے فاصلے پر مقام اور نخلہ اور طائف کے درمیان مقام ''عکاظ'' پر لگتا۔ یہ میلہ یکم سے ۲۰ ذیقعد تک قائم رہتا۔ تمام قبائلی معاملات، تجارتی لین دین، مذہبی امور اور بڑے بڑے معاملات یہیں طے ہوتے۔ شاعروں اور خطیبوں کو بھی اپنا اپنا جوہرِ کمال دکھانے کا یہیں موقع ملتا۔ یہیں انھیں قابلیت اور قبول و عدم قبول کی سند دی جاتی۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ اس میلے کے لیے وہ جس مقام پر جمع ہوتے تھے اس کا اصل نام ''الاشیداء'' تھا۔ اسے عکاظ اس لیے کہا جانے لگا کہ یہاں وہ لوگ مفاخرت میں ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ علظ خصمہ کا معنی ہے قہرہ یعنی اس پر غالب آیا۔[۶] صاحب لسان العرب[۷] اور زبیدی[۸] نے بھی اس خیال کی تائید کی ہے۔ حسّان ابی حارب نے عکاظ کے میلے کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> ''یہ بات سب پر عیاں ہے کہ دورِ جاہلیت میں عرب شہر اور مضافاتِ شہر میں شعر و ادب کے بازار لگایا کرتے تھے۔ ان ہی بازاروں میں سے عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز بھی تھے، اور عکاظ کا میلہ تو صدرِ اسلام تک جاری رہا۔ ایک معنی میں یہ بازار عربوں کے لیے ایسے مراکز تھے جہاں لوگ دور دراز کے علاقوں سے جمع ہوا کرتے، شعرا اپنا کلام سناتے، خطباء خطابت کے جوہر دکھلاتے اور اپنے فن کو بہتر سے بہتر بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر شخص یہ کوشش کرتا کہ دوسرے پر غلبہ حاصل کرلے اور مسابقت میں اس کا درجہ بلند رہے۔ ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ ایسے بازاروں میں عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ اپنافنی جوہر دکھلاتیں اور عورتوں کے کلام کو اسی توجہ سے سنا جاتا جیسے مرد شاعروں کے کلام کو۔''[۹]

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''الشعر والشعرا'' میں عکاظ کے بازار کا ذکر کرتے ہوئے نابغہ ذبیانی اور حسّان بن ثابت کی چشمک کا ذکر کیا ہے:

> ''نابغہ ذبیانی کے لئے ''سوقِ عُکاظ'' میں ایک سرخ رنگ کا خیمہ نصب کیا جاتا تھا۔ شعرا اس کے سامنے آکر بیٹھتے تھے اور اس کو اپنے اشعار

سناتے تھے۔نابغہ ذیبانی، اشعار سُن کر ان پر تنقید کرتا۔''(۱۰)

عُکاظ کے اس میلے میں جو قصیدہ سب سے بہتر اور عمدہ قرار پاتا اسے آبِ زر سے لکھ کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکا دیا جاتا تھا، جو عرب کے زبان دانوں اور اصحابِ فصاحت و بلاغت کے لیے گویا ایک دعوتِ مقابلہ ہوتی۔عربی ادبیات میں یہ ''سبعہ معلقات'' یا ''معلقاتِ سبع'' کے نام سے یادگار ہیں۔تمام لوگ اسے پڑھتے اور آئندہ سال اس سے بہتر قصیدہ لکھنے کی کوشش کرتے۔انھیں دیوارِ کعبہ پر لٹکائے جانے کے باعث ''المعلقات'' اور آبِ زر سے لکھنے کے باعث ''المذہبات'' کہا جاتا ہے۔انھیں ''المسموط'' یعنی موتیوں کی لڑیاں بھی کہتے ہیں۔یہ قصائد جو تعداد میں سات ہیں عربی جاہلی شاعری کا بہترین نمونہ اور فصاحت و بلاغت کا مرقع خیال کیے جاتے ہیں۔ان قصائد کے ذریعے عربوں کی قدیم تاریخ، باہمی قبائلی تعلقات، ان کی جنگوں کے حالات، رسوم و رواج، تہذیب و تمدن اور معاشرت، مذہبی اور اخلاقی امور، الغرض زندگی کے ہر پہلو پر وضاحت سے روشنی پڑتی ہے۔سبع معلقات کے شعرا حسب ذیل ہیں:

ا۔امراؤالقیس، ۲۔طرفۃ، ۳۔زہیر، ۴۔لبید، ۵۔عمرو بن کلثوم، ۶۔عنترہ، ۷۔حارث بن حلزہ۔

یہی نہیں کہ معلقاتِ سبع ہی کے باکمال شاعر فصیح و بلیغ تھے یا عہدِ جاہلیت کے صرف یہی چند گنتی کے شاعر شعلہ زبان اور فصیح البیان تھے بلکہ قُصی سے لے کر ابو طالب تک حضریت و بدویت کے ماحول میں سینکڑوں شعرا نے اپنی فصیح البیان زبانیں کھولیں اور سوق عُکاظ اور دوسرے قومی اجتماعی مرکزوں میں انہوں نے دادِ فصاحت دی۔اس وقت فصحائے عرب کے نزدیک کلام کے فن اور دوسرے فن کے درمیان فرق، معانی، اغراض اور کلام میں وسعتِ تاثیر و تصرف کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کیونکہ ان کا اسلوبِ کلام ایک ہی طرز اور ایک ہی قبیل سے ہوتا تھا جس میں یہ باتیں داخل نہیں یعنی گفتگو کا آزاد لہجہ، فصیحانہ خطاب، ترتیب و نظم، کلام میں سادگی، مضمون اور فکر پر پورا پورا زور، عبارت کی فصاحت اور ترکیب کی جزالت اور یہ احتیاط کہ ایک مبہم لفظ بھی درمیان میں نہ آنے پائے۔وہ کسی خاص ترکیب کا اہتمام نہیں کرتے تھے اور

نہ صنائع بدائع کی اُلجھنوں میں گرفتار ہوتے تھے۔ ان کے کلام میں آمد ہوتی تھی، آورد سے بچتے تھے۔ ان کی فطرت اور طبع سلیم ان کے ادبی نظم ونثر کے شہ پاروں میں، ان کی محدود معاون ہوتی تھی اس لیے ان کی زبان پر بے تکلف الفاظ جاری ہو جاتے تھے، ان کے تخیل کی ہر حرکت کے ساتھ ایسے بامعنی الفاظ ان کی زبان پر آ جاتے تھے جیسے یہ الفاظ اسی موقع اور محل کے لیے وضع ہوئے ہیں۔ ان کے یہاں فصاحت سے مراد سلاستِ کلام، معانی کا باہمی ارتباط، کلمات وحروف کا حسنِ نظم اور کلام کا فطرتِ انسانی کے موافق ہونا تھا اور کلام کے آسانی سے ذہن نشین ہونے پر مبنی اور موقوف تھا۔ چنانچہ ان کی زبان پر صرف وہی الفاظ جاری ہوتے تھے جو معانی مقصودہ کی افادیت کے لیے موزوں ہوتے تھے اور جن سے وہ معانی ذہن نشین ہو سکتے تھے اور ان الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ میں ان معانی کے اظہار کی صلاحیت موجود نہ ہو۔ مدت تک فصیحانِ عرب اسی اسلوب کو پیش کرتے رہے یہاں تک کہ قرآن مجید اپنے مخصوص اسلوبِ بیان میں نازل ہوا۔

ایسی قوم کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو رسول مبعوث فرمایا اس پر بارگاہِ احدیت سے ایسا کلام نازل ہوا جس نے ان زباندانوں اور فصیح البیان شعرا کو حیران و ششدر کر دیا اور اس کلام کے مقابلے میں ان کی زبانیں گنگ ولال ہو گئیں[11] اور بقول شاعر:

تیری تعلیم کا سُورج نکل آیا تو مٹے
جہل و کفر و ستم و جور و جفا کے بادل
علم و حکمت کا سبق تیری زباں سے پا کر
بن گئے سعد و خرد مند جہاں کے اجہل
سخن معجزہ انداز کا ہر لفظ انمٹ
ذہنِ سامعہ افروز کی ہر بات اٹل

(اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی)

☆☆☆

باب دوم

فصاحت و بلاغت

فصاحت و بلاغت کا فن کسی زبان کی رفعت کا اندازہ لگانے کے لیے وجود میں آیا۔کلام میں عموماً دو اصطلاحیں استعمال ہوتی ہیں فصاحت(Eloquence)اور بلاغت (Rhetoric) فصاحت کی کیفیت Objective ہے یعنی اس کا تعلق الفاظ سے ہے اور بلاغت کی کیفیت Subjective ہے یعنی اس کا واسطہ معنی سے ہے۔

فصاحت

لفظ،ترکیب،محاورہ،روزمرہ کا برموقع اور مقتضائے حال استعمال ''فصاحت'' کہلاتا ہے۔یعنی ایسا کلام جو اہلِ زبان کے روزمرہ کے موافق ہو اور تنافر،غرابت،تعقید،ضعفِ تالیف، شترگربہ،قیاسِ لغوی کی مخالفت وغیرہ جیسے عیوب سے پاک ہو،فصیح ہے اور یہ وصف ''فصاحت'' کہلاتا ہے۔گویا مناسب اور بے عیب عبارت میں بات کرنا فصاحت ہے۔فصاحت الفاظ کا عدل ہے اور تسہیلِ معانی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔[۱۲] علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''فصاحت کی تعریف علمائے ادب نے یہ کی ہے کہ ''لفظ تنافر الحروف نہ ہو،نامانوس نہ ہو،قواعدِ صرفی کے خلاف نہ ہو۔اس اجمال کی

تفصیل یہ ہے کہ لفظ درحقیقت ایک قسم کی آواز ہے اور چونکہ آوازیں بعض شیریں، دلآویز اور لطیف ہوتی ہیں مثلاً طوطی و بلبل کی آواز اور بعض مکروہ و ناگوار مثلاً کوے اور گدھے کی آواز، اس بنا پر الفاظ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں بعض شستہ، سُبک، شیریں اور بعض ثقیل، بھدے اور ناگوار۔ پہلی قسم کے الفاظ کو فصیح کہتے ہیں اور دوسرے کو غیر فصیح۔ بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ فی نفسہٖ ثقیل اور مکروہ نہیں ہوتے لیکن تحریر و تقریر میں ان کا استعمال نہیں ہوا ہے یا بہت کم ہوا ہے، اس قسم کے الفاظ بھی جب ابتداءً استعمال کیے جاتے ہیں تو کانوں کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں، ان کو فنِ بلاغت کی اصطلاح میں غریب کہتے ہیں۔ اس قسم کے الفاظ بھی فصاحت میں خلل انداز خیال کیے جاتے ہیں۔"[۱۳]

فصاحت، پنڈت برج موہن کیفی، کے الفاظ میں اجزائے کلام میں حُسنِ ترتیب[۱۴] اور سیّد عابد علی عابد، کے مطابق موزوں الفاظ کے انتخاب کا نام ہے۔ وہ فصاحت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لکھنے والا اپنے معانی کا ابلاغ اس طرح کرے کہ تمام دلالتیں واضح ہو جائیں اور وہ حُسن قائم رہے جو تمام ادبی تخلیقات کا جوہرِ اصلی ہے۔۔۔ فصاحت تبھی پیدا ہو سکتی ہے کہ معانی مطلوب موزوں ترین الفاظ میں ادا کیے جائیں۔۔۔ فصاحت کلمے سے بھی مربوب ہوتی ہے اور کلام و متکلم سے بھی۔"[۱۵]

مولوی محمد نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت، میں لکھتے ہیں:

"فصاحت کلمہ اور کلام دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔ کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اس میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاسِ لغوی اور غرابتِ لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اس کے سننے سے کراہت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعفِ تالیف، تنافرِ کلمات، تعقید، لفظِ واحد کی کثرتِ تکرار، پے در پے اضافت،

ابتذال، اثقال، تناقص وغیرہ جیسے عیوب نہ رکھتا ہو۔''(۱۶)

اصغر علی روحی لکھتے ہیں کہ کلمہ فصیح وہ ہے کہ ثقل سے خالی ہو یعنی پڑھتے وقت زبان ٹھوکر نہ کھائے۔ وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ بعض کلمات خفیف سے تغیر کی بنا پر اپنی تغیر یافتہ شکل سے فصیح تر ہو جاتے ہیں، مثلاً دامن داماں سے فصیح تر ہے پیرہن پیراہن سے، ناگہاں ناگاہاں سے، آگہی آگاہی سے بلیغ تر ہے۔ اسی طرح ان کلمات کو بھی فصیح نہیں کہا جاتا جو غریب ہوں، مثلاً مرغن اور مزلف۔ کلمے کا ایسا استعمال بھی غیر فصیح ہے جو قیاسِ لغوی کے مخالف ہو بہ الفاظِ دیگر جس کی لغت تائید نہ کرے۔[۱۷] پروفیسر سیّد عابد علی عابد اس کے برعکس یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کلمہ یا لفظ بنفسہٖ نہ فصیح ہے نہ غیر فصیح، نہ ثقیل ہے اور نہ غیر ثقیل، صوتِ محض ہے، بالکل معصوم اور اس کی فصاحت یا عدم فصاحت کا دارومدار اس کے محلِ استعمال پر ہے۔[۱۸] ناسخ نے فصاحت کے تین معیار مقرر کر دیے: ''تنافر نہ ہو، غرابت نہ ہو، تعقید نہ ہو۔''[۱۹] یہ وہی تین اصول ہیں جو انشااللہ خان انشا نے دریائے لطافت میں پیش کیے ہیں۔ انشا لکھتے ہیں:

''کلمۂ فصیح وہ ہے جس میں درج ذیل تین عیوب نہ ہوں:

۱۔ تنافرِ کلمات ۲۔ غرابتِ لفظی اور ۳۔ تعقید۔

تنافرِ کلمات سے مراد کلام میں ایسے الفاظ لانا کہ متکلم اس کے بیان میں خطا کرے یا دوسرے کلام کی طرح جلدی سے تمام نہ کر سکے۔ غرابتِ لفظی سے مراد نامانوس اور غیر متعارف الفاظ۔ تعقید دو قسم کی ہوتی ہے لفظی اور معنوی۔ تعقیدِ لفظی اسے کہتے ہیں کہ جو لفظ بعد میں لانا چاہیے اسے پہلے لے آنا، جب عبارت تخیل یا غیر مشہور قصے یا دوسری اشکلات پر مشتمل ہو تو کلام میں تعقیدِ معنوی کا نقص آ جاتا ہے۔''(۲۰)

قدیم نقادوں نے فصاحت کی جو تعریف کی ہے وہ سراسر سلبی نوعیت کی ہے یعنی فصاحت کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ کلام جو تنافرِ کلمات، ضعفِ تالیف، تعقید، کثرتِ تکرار لفظ واحد، توالیٔ اضافات، مخالفت، قیاسِ لغوی اور غرابت جیسے عیوب سے پاک ہو وہ فصیح ہے۔[۲۱] چنانچہ فصاحت کی قدیم اور روایتی تعریف کو رد کرنے کے بعد کیفی بھی بالآخر اس نتیجے پر

پہنچے ہیں کہ فصاحت اجزائے کلام میں حُسنِ ترتیب کا نام ہے اور سیّد عابد علی عابد نے اس پر یہ اضافہ کیا:

> ''جس چیز کو انگریزی میں مطابقت الفاظ ومعانی (Concordance of substance with expression) کہتے ہیں اسے مشرق کے نقادوں نے فصاحت کہا ہے۔ اگر یوں کہہ دیا جائے کہ فصاحت موزوں الفاظ کے انتخاب کا نام ہے تو بھی نادرست نہ ہوگا۔ بہر حال فصاحت کے لیے لازم ہے کہ انشاپرداز الفاظ کے انتخاب اور ان کے استعمال میں پہلے تو احتیاط برتے اور پھر اس بات کو ملحوظ رکھے کہ الفاظ و کلمات کی ترتیب وہ جمالیاتی عنصر بھی رکھتی ہو جو ادبی تخلیقات کو دوسری تحریروں سے ممیز کرتا ہے۔''(۲۲)

کلام کی فصاحت میں صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترکیب میں آئے اُن کی ساخت، ہیئت، نشست، ہلکی اور گرانی کے ساتھ اس کو خاص تناسب اور توازن ہو ورنہ فصاحت قائم نہیں رہے گی۔

قرآن مجید میں ہے: ما کذب الفواد ما رای۔ فواد اور قلب دو ہم معنی الفاظ ہیں اور دونوں فصیح ہیں لیکن اگر اس آیت میں فواد کے بجائے قلب کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ غیر فصیح ہو جائے گا جس کی وجہ یہ ہے کہ گو قلب کا لفظ بجائے خود فصیح ہے لیکن ماقبل اور مابعد کے جو الفاظ ہیں ان کی آواز کا تناسب قلب کے لفظ کے ساتھ نہیں ہے۔(۲۳)

بلاغت

بلاغت کا مطلب پہنچنا، اثر آفرینی اور کلام کا سریع الفہم ہونا ہے۔ بقول امام راغب اصفہانی قولِ بلیغ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کلام بذاتہٖ فصیح و بلیغ ہو جس کے لازمی اوصاف تین ہوتے ہیں۔

۱۔ لغوی لحاظ سے کلام درست ہو۔

۲۔ معنیٰ مقصود سے مطابقت رکھتا ہو۔

۳۔کلام فی ذاتہ صحیح وصادق ہو۔

قولِ بلیغ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بات کہنے والا بھی بلیغ ہو اور مخاطب پر اس کا اثر بھی ہو تو کلام بلیغ کہلائے گا۔[۲۴] بلاغت، کلام کا وہ حُسن ہے جو قاری یا سامع کو شاعر، نثار یا خطیب کے ذہن کے قریب کردیتا ہے۔ظاہر ہے ایسا کلام ان لفظی عیوب سے پاک ہوگا جو بُعدِ تفہیم پیدا کرتے ہیں۔ بلاغت کا تعلق اگرچہ مضمون ومعنی سے ہے لیکن ہر بلیغ کلام اپنے اندر فصاحت کی لازمی صلاحیت رکھتا ہے۔چنانچہ عربی گرامر وشعریات کے ماہر ابوہلال العسکری (المتوفی ۳۹۵ھ/۱۰۰۴ء) لکھتے ہیں:

''بلاغت ہر وہ ذریعہ ہے جس سے ہم اپنے معنی کو خوب صورت انداز میں (فصاحت کے ساتھ) سامع تک پہنچاتے ہیں اور سامع کے دل میں وہی اثر پیدا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے دل میں ہوتا ہے۔''

مسلمانوں نے جو علوم وفنون خود ایجاد کیے اور جن میں وہ کسی کے مرہونِ منت نہیں ان میں ایک یہ فن بلاغت بھی ہے، جس پر سب سے پہلی کتاب عبدالقاہر الجرجانی کی دلائل الاعجاز ہے۔[۲۵] بلاغت کی اصطلاح کو قدامہ بن جعفر نے چوتھی صدی ہجری میں اپنی کتابوں ''نقدِ شعر'' اور ''نقدِ نثر'' کے ذریعے متعارف کرایا۔ارسطو کی پوری کتاب ریطوریقا (Rhetorica) (بلاغت وخطابت) اسی موضوع پر ہے۔

کلامِ بلیغ، ترسیلِ معانی کی وہ فطری قوت اپنے اندر رکھتا ہے جس کی بدولت عبارت کا مفہوم ومعنی تیزی کے ساتھ سامع کے ذہن تک منتقل ہوجاتا ہے۔[۲۶]

قدیم نقادوں نے بلاغت کی یہ تعریف کی ہے کہ کلام کا فصیح ہونے کے علاوہ مقتضائے حال کے مطابق ہونا بلاغت کہلاتا ہے۔علامہ شبلی نعمانی بلاغت کی تعریف عربی اور فارسی زبانوں کے علمائے معانی کی مدد سے کرتے ہیں اور اس کا انطباق اردو اور فارسی ادب پر کرتے ہیں:

''بلاغت کی تعریف علمائے معانی نے یہ کی ہے کہ کلام اقتضائے حال کے موافق ہو اور فصیح ہو۔مقتضائے حال کے موافق ہونا ایسا جامع لفظ

۱۰۷۲۷۱

ہے جس میں بلاغت کے تمام انواع واسالیب آ جاتے ہیں۔۔۔ بلاغت کا الفاظ سے چنداں تعلق نہیں، محض مضامین کو بھی بلیغ یا غیر بلیغ کہا جا سکتا ہے۔ بلاغت الفاظ دراصل بلاغت کا ابتدائی درجہ ہے۔ اصلی اور اعلیٰ درجے کی بلاغت، معانی کی بلاغت ہے۔''(۲۷)

بلاغت کے لیے کلام کا اقتضائے حال کے موافق ہونا اور فصیح ہونا، یہ دو ایسی شرطیں ہیں جن کے دائرے میں مضمون و معنی کے علاوہ لفظ بھی آ جاتا ہے، اس لیے کہ فصاحت کا تعلق بہر حال لفظ سے ہوتا ہے اور جب وہ فصاحت و بلاغت کا پہلا زینہ ہے تو لفظ کے مسئلے پر غور کیے بغیر بلاغت میں اقتضائے حال کے موافق ہونے کی بات کو پورے طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔

مقتضائے حال سے کیا مراد ہے؟ قدیم نقادوں نے اس سوال کا جواب دینے کی بہت کوشش کی ہے مگر بات سلجھ نہیں سکی۔ اس سلسلے میں سیّد عابد علی عابد کی رائے غالباً سب سے زیادہ جدید بھی ہے اور وقیع بھی۔ انہوں نے فصاحت اور بلاغت کو علی الترتیب انگریزی اصطلاحوں مطابقتِ الفاظ ومعانی Concordance of substance with expression اور Speaking in character کا مترادف قرار دیا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

''بلاغت کی رمز یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے یا کردار پیش کیے جائیں تو ایسی زبان اختیار کی جائے جو واقعہ نگاری کے لیے موزوں ہو اور جو متعلقہ کرداروں کی زندگی کی ترجمانی کرے۔''(۲۸)

مقتضائے حال سے مطابقت کے لیے علم معانی وجود میں آیا۔ علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ بات مقتضائے حال کے مطابق ہے یا نہیں۔

فصاحت و بلاغت اور اخلاق وشاعری کے تعلق پر جاحظ (المتوفی: ۲۵۵ھ) کے خیالات منفرد دکھائی دیتے ہیں جس کی تین کتابیں: کتاب الحیوان، البیان والتبیین اور صناعۃ الکلام، تیسری صدی کے نصف اوّل میں سامنے آ چکی تھیں۔ جاحظ عربی کی روایت میں پہلا آدمی ہے جس نے لفظ کی اوّلیت اور فضیلت کی بات کہی اور بتلایا کہ اصل چیز لفظ ہے اور معنی اس کا تابع محض ہے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتا ہے:

''معنی تو پیش پا افتادہ ہوا کرتے ہیں، اسے تو عربی، عجمی، دیہاتی، شہری سب جانتے ہیں، دراصل اہمیت اوزان کی، اچھے الفاظ کے استعمال کی اور زبان کے سہل المخرج ہونے کی ہے (وغیرہ وغیرہ)۔ بے شک شعر ایک صنعت ہے اور تصویر کشی کا ذریعہ ہے۔''(۲۹)

جاحظ لفظ کی دوسری خصوصیت یہ بتاتا ہے کہ: ''الفاظ کی چوری ممکن نہیں اور اگر کوئی کسی کے الفاظ کا سرقہ کرتا ہے تو وہ چھپ نہیں سکتا لیکن جو معنی کی چوری کرے اس کا پکڑا جانا آسان نہیں ہوتا۔''(۳۰) بعد کے نقادوں نے جاحظ سے اختلاف بھی کیا ہے اور اتفاق بھی۔ مثلاً عبدالقاہر جرجانی کو جاحظ کی رائے سے اختلاف ہے، وہ اپنی کتاب، دلائل الاعجاز، میں کہتا ہے کہ ''بلاغت کا تعلق معنی سے ہے نہ کہ لفظ سے، اس لیے لفظ کو اس قدر اہمیت دینا مناسب نہیں۔'' جرجانی کے برخلاف ابن خلدون نے اس کے کافی عرصہ کے بعد اپنی کتاب ''مقدمہ ابن خلدون'' میں جاحظ سے اتفاق کیا۔(۳۱)

لفظ اور معنی کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے قدیم نقادوں نے بالعموم یا تو لفظ کی افضلیت ثابت کی ہے یا معنی کی۔ لفظ اور معنی کی وحدت کو مغرب کے جدید و قدیم سارے نقادوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ابن رشیق نے لفظ کو جسم اور معنی کو روح سے تعبیر کیا ہے کہ ان دونوں کو اس کے بغیر دیکھا ہی نہیں جا سکتا:

''لفظ جسم ہے اور معنی روح ہے، دونوں کا ارتباط باہم ایسا ہے جیسا روح اور جسم کا ارتباط اگر کمزور ہوگا تو یہ بھی کمزور ہوگی۔''(۳۲)

ابوبکر باقلانی کا خیال ہے کہ:

''معنی کو لفظ کے مطابق ہونا چاہیے اس طرح کہ نہ تو الفاظ، کلام میں معنی سے زیادہ بھر دیئے جائیں اور نہ ہی ایسے معانی استعمال کیے جائیں جو الفاظ سے مناسبت نہ رکھتے ہوں۔ اچھے اور پُرکشش کلام کی پہچان یہ ہے کہ اس میں دونوں کا متناسب استعمال ہو اور یہی معیار کا پیمانہ ہے۔''(۳۳)

الفاظ اور معنی میں افضلیت کی بحث سے الگ لفظ کی قدر و قیمت پر سارے قدیم عربی

ناقدین متفق ہیں۔ابن معتز کا کہنا ہے کہ الفاظ کو اتنا رواں اور شیریں ہونا چاہیے جیسے ابِ زلال، اس لیے کہ سخت الفاظ شعر کو خراب کر دیتے ہیں۔"(۳۴) ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ الفاظ کو حتی الوسع تعقید سے بچانا چاہیے۔کلام کو اتنا سہل ہونا چاہیے کہ وہ عوام کی فہم سے قریب ہو جائے۔"(۳۵) قدامہ یہ کہتے ہیں کہ الفاظ کو آسان بھی ہونا چاہیے اور فصاحت کا مظہر بھی۔"(۳۶) ابوبکر باقلانی نے لکھا ہے کہ کلام کو غریب اور وحشی الفاظ سے پاک ہونا چاہیے، اس طرح کہ جب سامع سُنے تو وہ اس کے دل میں اُتر جائے۔(۳۷) عبدالقاہر جرجانی عوام کے درمیان معروف الفاظ کو شاعری میں استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور تعقید لفظی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔(۳۸) اس معاملے میں جاحظ کی بات اہم ہے کہ عمدہ معانی ہمیشہ عمدہ الفاظ کے متقاضی ہوتے ہیں۔(۳۹) ابن اثیر معانی کے حُسن کو وضاحت سے ملاتا ہے اور کہتا ہے کہ معانی اس وقت قابل قدر ہوتے ہیں جب ان سے وضاحت خیال ہوتی ہو۔(۴۰) ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتا ہے:

> "یوں سمجھیے کہ الفاظ، معانی کے لیے بمنزلہ قالب کے ہیں اور مثل ظروف کے، جس طرح پانی ایک ہی ہوتا ہے اور ظروف مختلف، کوئی سونے کا تو کوئی چاندی کا، کوئی سیپ کا تو کوئی کانچ کا یا مٹی کا۔اس طرح معنی ایک ہی ہوتے ہیں مگر الفاظ کے مختلف ظروف قوالب میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں اور الفاظ جس قدر چست، موزوں اور موقع محل کے مطابق ہوتے ہیں اسی قدر کلام اچھا، بہتر یا بہت ہی خوب سمجھا جاتا ہے۔"(۴۱)

مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے الفاظ کا انتخاب اور استعمال حُسنِ کلام میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔مولانا شبلی کہتے ہیں:

> "حُسنِ کلام کا ایک بڑا نکتہ یہ ہے کہ مضامین کی نوعیت کے لحاظ سے الفاظ استعمال کیے جائیں۔لفظ چونکہ الفاظ کی ایک قسم ہے اور آواز کے مختلف اقسام ہیں، مہیب، پُر رعب، سخت، نرم، شیریں اور لطیف، اسی طرح الفاظ بھی صورت اور وزن کے لحاظ سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں۔بعض

نرم، شیریں اور لطیف ہوتے ہیں، بعض سے جلالت اور شان ٹپکتی ہے، بعض سے درد اور غمگینی ظاہر ہوتی ہے۔۔۔الفاظ میں چونکہ ایک قسم کی صوت اور سُر ہیں، اس لیے ان کی لطافت، شیرینی اور روانی اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب گردوپیش کے الفاظ بھی لے میں ان کے مناسب ہوں۔"(۴۲)

فصاحت وبلاغت کے فہم کے لیے علم معنی اور بیان وبدیع میں مہارت ضروری ہے۔اس کے ساتھ فہم سلیم اور طبع ہموار کا ہونا لازمی ہے۔جہلائے عرب شیدائی زبان اور فدائی حُسنِ بیان تھے اور اسی وجہ سے وہ اسالیب غریب وقصائد عجیب کے مالک، رجز وفاخرہ واسجاع موجزہ اور خطیب بلیغہ کے انشاء پر قادر تھے۔(۴۳)

☆☆☆

باب سوم

فصاحت و بلاغتِ نبی (ﷺ)

قبل اسلام صرف شاعری کا میدان ہی ایسا تھا جس میں عرب کا کوئی حریف نہ تھا۔ بدویوں کا ایک ہی ثقافتی اثاثہ تھا اور وہ ان کا شاعرانہ ذوق تھا۔ جوں جوں شاعری کو فروغ ہوتا گیا شاعر معاشرے کے گوناں گوں مشاغل میں حصہ لینے لگا۔ میدانِ کارزار میں اس کی زبان اس قوم کی بہادری کی طرح اپنے جوہر دکھاتی تھی۔ امن کے زمانے میں وہ اپنے آتش بار اشعار کی بدولت نظم عام کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔ اس کا قصیدہ قبیلے کو آمادۂ عمل کرنے کے لیے ایسے ہی اُبھارا کرتا تھا جیسے آج کل سیاسی محاذ پر فتنہ انگیز مقرر کی تقریریں عوام کو اُبھارتی ہیں۔ اپنے زمانے کے صحافتی نمائندے یعنی جرنلسٹ کی حیثیت سے اس کی حمایت وعنایت بیش بہا تحفوں کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں۔ اس کے قصیدے لوگ زبانی یاد کر لیتے اور ایک دوسرے سے اس کی روایت کرتے رہتے تھے۔ اس طرح یہ قصیدے تشہیر کا ایک انمول ذریعہ ہوتے تھے۔ شاعر بیک وقت رائے عامہ کا نمائندہ اور اس کا بنانے والا ہوتا تھا۔ قطع اللسان، یعنی زبان کاٹ دینے کی قدیم اصطلاح شاعر کا منہ بند کرنے اور اس طرح اس کی ہجو سے بچنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ شاعر اپنی جماعت کا مشیر، رہبر، خطیب اور نقیب ہونے کے ساتھ مورخ

اور ضرورت کے وقت سائنس دان بھی ہوتا تھا۔ بدوی ذکاوت و ذہانت کو شاعری کی میزان میں تولتے تھے۔ چنانچہ عرب قدیم کا ایک شاعر کہتا ہے:

> ''شعرا، اشعار اور شہ سواروں کے لحاظ سے جو بڑائی عامر بن صعصعہ کے قبیلے کو حاصل ہے کون ہے جو اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جسارت کرسکتا ہے۔''

فوجی قوت، فہم وذکا اور تعداد، یہی تین عناصر تھے جن پر عرب قدیم کے کسی قبیلے کی عظمت واقتدار کی بنیادیں استوار ہوتی تھیں(۴۴)۔

حضورِ نبی اکرم (ﷺ) جس عہد میں تشریف لائے اور جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے اس قوم میں فصاحت و بلاغت اور زبان آوری کا چرچا تھا۔ اس قوم میں جو مقام شاعر و ادیب کو حاصل تھا وہ کسی کو نہ تھا۔ شاعر یا خطیب خود معزز تھا ہی جس قبیلہ میں پیدا ہوتا وہ قبیلہ بھی معزز ہو جاتا۔ لوگ اسے مبارک باد دیتے اور اس کی عزت کرتے۔ اس لیے آپ ﷺ کو جو سب سے بڑا معجزہ عطا ہوا وہ فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے تاکہ وہ قوم جو اپنی زبان آوری پہ فخر کرتی ہے اپنی اجتماعی کوششوں کے باوجود اس نبی کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ نہ کرسکے، پھر یا تو ساکت ومبہوت ہو جائے یا حق وصداقت کا یقین کرکے دولتِ ایمان سے مالا مال ہو جائے۔

قرآن کے نزول کے ساتھ قرآن کے اعجاز، لسانی اور فنی امتیاز اور انسانی کلام سے بلند مرتبت قرآنی آیتوں کو اہلِ عرب ابتداء میں منجملہ اور باتوں کے شاعری بھی کہتے تھے، مگر رفتہ رفتہ انہیں اندازہ ہو گیا کہ قرآن شاعری سے بلند اور کوئی چیز ہے، چونکہ وہ اس کے کلام اللہ ہونے کا اعتراف اپنے پُرانے عقائد کے سبب آسانی سے نہیں کرسکتے تھے اس لیے اسے مختلف ناموں سے پکارا کرتے تھے۔ ڈاکٹر سیّد احتشام احمد ندوی نے اپنے ایک مضمون میں اس عہد کی مروجہ شاعری پر اسلام کے ردعمل کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> ''اسلام نے عربی شاعری کے ذہنی رجحانات پر ضرب لگائی، قرآن مجید نے شعراء کو اُن کی بے راہ روی پر متنبہ کیا کہ وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔'' حضور (ﷺ) نے فرمایا کہ ''شعر سے بہتر ہے کہ

> آدمی قے سے اپنا پیٹ بھرے'' شعرا کی پیروی کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا گیا، لیکن ان ارشادات کا مقصد یہ تھا کہ عربوں کو فحش شاعری، عورتوں کے جسمانی محاسن، شراب کی تعریف اور جوئے کی مدح سے روکا جائے، اس لیے کہ اس کا بڑا مقصد خیالات واخلاق کی پاکیزگی تھی، پاکیزہ شاعری کو حضور (ﷺ) خود پسند فرماتے تھے اور اسلام کی مدافعت میں انہوں نے اس سے کام بھی لیا۔ آپ (ﷺ) نے قصائد میں جو تشبیب ہوتی تھی، اُس کو بھی سُنا اور اعتراض نہیں فرمایا۔''(۴۵)

فصاحت و بلاغت چونکہ شاعری کا ایک اہم جزو گردانا جاتا ہے اس لیے قرآن پاک کی معجز نما فصاحت و بلاغت، حُسنِ بیان، شوکتِ الفاظ، اثر ونفوذ اور معنوی کیف وکم سے مرعوب ومبہوت ہو کر عرب نقادوں نے حضور ﷺ کو شاعر کہہ دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑے زور دار لفظوں میں اس کی تردید فرمائی اور شاعروں کی بہ نسبت آپ ﷺ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وماعلمناهُ الشعر وماينبغى له ان هو الاذكر وقرآن مبين" (یٰسین:٦٩)

یعنی ہم نے آپ ﷺ کو شعر نہیں سکھایا ہے اور نہ شاعری آپ ﷺ کو زیب دیتی ہے۔ یہ تو ایک نصیحت ہے۔ تاہم اچھی شاعری کی تعریف بھی آپ (ﷺ) سے ثابت ہے۔ ابوداؤد نے صخر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''وَاِنَّ مِنَ الْشِعْرِ لَحِکْمَتہُ'' یعنی بعض شعر فائدہ مند ہوتے ہیں اور بعض اوقات شاعری سراپا حکمت ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے دارقطنی اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ (ﷺ) نے شعر کی نسبت فرمایا: هو كلام فحسنه حسن وقبيحه قبيحى عنى شعر. یعنی شعر بھی ایک کلام ہی ہے، چنانچہ کلام میں سے بعض تو خبیث اور نقصان دہ ہوتا ہے جب کہ بعض طیّب اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ ایک موقع پر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

> ''شعر، کلامِ عرب کا ایک حصہ ہے جو پُر مغز ہوتا ہے جسے عرب اپنے صحراؤں میں کہتے ہیں۔ دل کی آلائشوں کو اس کے ذریعے کھینچ نکالتے

ہیں یا اپنی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔''

آپ (ﷺ) کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

''عرب اس وقت تک شعر کو ترک نہیں کریں گے جب تک اونٹنیاں اپنے بچوں کے لیے شفقت واشتیاق کو نہیں چھوڑ دیتیں (یہ دونوں باتیں محالات میں سے ہیں)''(۴۶)

حضور (ﷺ) نے دوسروں کے ایسے موزوں اور برجستہ کلام کی تحسین بھی فرمائی جو واقعیت اور صداقت کا آئینہ دار اور کذب ومبالغہ وغیرہ جیسے عیوب سے پاک ہو۔ ایک شاعر (غالباً لبید) کا یہ مصرعہ ؎

الا کل شئی ماخلا اللّٰہ باطل

(خدا کے سوا جو کچھ ہے، نمودِ سیمیائی ہے)

آپ ﷺ نے بہت پسند فرمایا اور اس طرح کے حقیقت آموز وصداقت افروز کلام کو حُسنِ انتظام اور اسلوبِ جزیل کے ساتھ پیش کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضور رسالتِ مآب ﷺ کو کسی ایک قریہ یا ملک کے لیے مبعوث نہیں کیا گیا بلکہ آپ ﷺ کی بعثت تمام عالمین کے لیے ہمہ گیر ہے۔ آپ ﷺ کو اس منصبِ جلیلہ کو بطریقِ احسن پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام علوم کی کلید عطا فرمائی گئی۔ شریعت کے اسرار کے ساتھ ساتھ کائنات کی حقیقت بھی آپ ﷺ پر واضح فرمائی گئی۔ علاوہ بریں نہ صرف کلام پر کامل قدرت عطا کی گئی بلکہ فصاحت وبلاغت کا ایسا عظیم جوہر عطا کیا گیا کہ بڑے بڑے فصاحت کے دعوے داروں نے آپ ﷺ کے قدموں میں سر جھکانے کو مقامِ شرف سمجھا۔ فصاحت وبلاغت کے ان تمام مباحث کی روشنی میں اگر حضور ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ کے ہمہ گیر معانی پر غور کیا جائے تو دین ودنیا کے مختلف شعبوں کا کوئی ایسا ضروری مسئلہ نہ ہوگا جو آپ ﷺ کے ارشادات سے باہر رہ گیا ہو۔

جس طرح قرآنِ حکیم کا اسلوب قبائلِ عرب کی لسانی روح کے عین مطابق تھا اور

تاثیر اور دل نشینی میں اس قدر بلند کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اسی طرح سرورِ کونین ﷺ کے کلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام خصائص ودیعت فرمائے تھے۔ جس طرح کلامِ الٰہی میں معانی بیان کے تمام نکات اور اوصاف، علم بدیع کے تمام لوازم موجود تھے اسی طرح کلامِ رسول ﷺ میں یہ خصوصیتیں موجود تھیں اور آج بھی وہ اسی طرح محفوظ ہیں۔ جس طرح قرآن کا انکار کرنے والے اور اس کو جادو اور شاعری سے تعبیر کرنے والے اس میں سعیٔ بسیار کے باوصف اس کے زبان و بیان پر انگلی نہ اُٹھا سکے اُسی طرح ان فصیحانِ عرب کو کبھی یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ کلامِ رسول ﷺ پر اعتراض یا کبھی اُنگلی رکھ سکیں ؎

فکرِ حکیم سر بہ گریباں و منفعل

عقلِ سلیم عاری و ششدر ترے حضور

(حفیظ تائب)

آپ (ﷺ) ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جس کے ہاں کمال کا معیار ہی بیان و بلاغت اور فصاحتِ لسانی تھی۔۔۔ آپ ﷺ کے دشمنوں میں سے کسی کو آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت میں کسی قسم کا عجز یا عیب نظر نہیں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسی بات دیکھنے یا سننے میں آئی ہوتی تو وہ لوگ مجالس میں اسے بطور دلیل پیش کرتے اور اپنی خلوت گاہوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے۔ اس سلسلے میں ان کے خطیب بات کرتے یا ان کے شعراء ان کا تذکرہ کیے بغیر نہ رہتے کیونکہ دنیا کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کے دشمنوں میں خطیب بھی بکثرت تھے اور ان کے شعرا تو ایسی باتوں میں بہت تیزی دکھایا کرتے تھے۔[۴۷]

کلامِ نبوت خواہ معمول کی زندگی میں لسانِ نبوت سے ادا ہوا ہو، دینی مسائل و شرعی احکام کی تشریح و توضیح فرمائی گئی ہو، بات کو ذہن نشین کرانے اور سامانِ عبرت مہیا کرنے کے لیے قصص و تمثیلات بیان کی گئی ہوں، فرامین و مکتوبات ہوں یا اقوالِ حکمت و دانش اور جوہرِ بلاغت جو جوامع الکلم کے ضمن میں آتے ہوں یا آپ ﷺ کے خطبات و مواعظ ہوں جو مختلف مواقع پر لسانِ نبوت سے فصاحت و بلاغت کے آبدار موتی بن کر ادا ہوئے اور مخاطبین

کے متجسس و آرزو مند دلوں کی گہرائیوں میں اُتر کر محفوظ ہو گئے۔ یہ تمام اقسام اہلِ علم کو دعوتِ مطالعہ دیتی ہیں۔ غور و فکر، استفادہ اور استنتاج کے لیے بلاتی ہیں۔ ان میں زبان وادب سے لے کر علم و حکمت اور شریعت و طریقت سے تعلق رکھنے والے سب ارباب کے لیے ذوق کی تسکین کا سامان موجود ہے۔(۴۸)

قریشِ مکّہ کے ایک مہذّب خاندان کا یہ فرد قبیلہ بنو سعد کی فضاؤں میں عرب کی فصیح ترین زبان سے آراستہ تو تھا ہی، وحی کی لسانِ مُبین نے حُسنِ گفتار کو اور بھی صیقل کر دیا۔ حق ہے کہ حضور ﷺ افصح العرب تھے، حضور ﷺ کے کلام کا جہاں ادبی معیار بہت بلند تھا وہاں اس میں عام فہم سادگی بھی تھی اور پھر کمال یہ ہے کہ کوئی بھی گھٹیا اور بازاری لفظ استعمال میں نہیں لیا اور نہ کبھی مصنوعی طرز کی زبان پسند فرمائی۔ کہنا چاہیے کہ حضور ﷺ نے اپنی دعوت اور مشن کی ضروریات سے خود اپنی ایک زبان پیدا کی، ایک اسلوب بنایا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے ایک قول (الحرب خدعة) پر بحث کرتے ہوئے ثعلب کا کہنا تھا کہ ''ھی لغة النبیؐ'' یہ نبیِ اکرم ﷺ کی مخصوص زبان تھی۔ بے شمار اصطلاحات بنائیں، تراکیب پیدا کیں، تشبیہیں اور تمثیلیں وضع کیں، خطابت کا نیا انداز نکالا اور بہت سے مروج الفاظ واسالیب کو متروک کیا۔(۴۹)

حضور ﷺ کو فصاحت و بلاغت کی تمام خصوصیات پوری جامعیت و کمال کے ساتھ عطا کی گئیں۔ حضرت سعید بن المسیبؒ جو بجائے خود بہت بڑے عالم فاضل تھے، سے کسی علمی محفل میں سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کون ہے؟ تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ رسول اللہ (ﷺ) سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔(۵۰)

حضرت عمرؓ نے ایک بار کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا بات ہے کہ آپ ﷺ فصاحت میں ہم سب سے بالاتر ہیں حالانکہ آپ ﷺ ہم سے کبھی الگ نہیں ہوئے۔'' فرمایا: ''كانت لغت اسماعيل قد درست فجاء نی بهاجبريل فسفظينها'' (میری زبان اسمٰعیلؑ کی زبان ہے جسے میں نے خاص طور سے سیکھا اور جبریلؑ مجھ تک لائے اور میرے ذہن نشین

کرادی)[۵۱]

آپ ﷺ کا کلام یا مکالمات ہر لحاظ سے ارفع واعلیٰ ہیں۔ یہ دُرِ بے بہا احادیث، سِیَر، شمائل، مغازی اور تاریخ کی کتب میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہ کلام اپنی خوبیوں کے لحاظ سے منفرد ہے۔ اس میں سلاست وسادگی، ایجاز وجامعیت، برجستگی ومعنویت، گفتگو کا متوازن انداز یعنی برمحل، مناسبِ حال عام فہم بات چیت، فلسفیانہ موشگافیوں اور گنجلک اندازِ بیان سے پاک، فصاحت وبلاغت اور سب سے بڑھ کر خوبی یہ کہ ہمہ گیر۔ ایک مفکر اور دانشور سے لے کر ایک عامی تک ان کے مطالعہ سے یکساں طور پر مفید ہوتے ہیں۔

آپ (ﷺ) کے کلام میں قرآن کی تمام تر خصوصیات موجود ہیں۔ حضور سرورِ کونین ﷺ نے اپنے اس ارشادِ گرامی میں اس طرف ارشاد فرمایا ہے: اَلَا اِنِّی اُوْتِیْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (ابوداؤد) یعنی آگاہ ہو کہ مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی دیا گیا ہے:

عرفان وعلم وفہم وذکا تیرے خانہ زاد
اے جانِ عشق، روحِ خرد، سیّد الورا

(حفیظ تائب)

جس طرح قرآن کا کوئی مثیل نہیں اسی طرح صاحبِ قرآن کے کلام کا مثیل بھی ممکن نہیں۔ ایک بار آپ ﷺ نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا:

''میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے:

۱۔ کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھوں۔
۲۔ محبت اور غصہ، دونوں حالتوں میں حق وانصاف کی بات کہوں۔
۳۔ امیری ہو یا فقر ہر حال میں راستی اور اعتدال پر قائم رہوں۔
۴۔ جو مجھ سے تعلق توڑے، میں اس سے رشتہ جوڑوں۔
۵۔ زیادتی کرنے والے کو معاف کر دوں۔
۶۔ محروم کرنے والے کو عطا کروں۔
۷۔ میرا سکوت، فکر وتدبر کا سکوت ہو۔

۸۔میری نگاہ، نگاہِ عبرت ہو۔
۹۔ذکرِ الٰہی میری گفتگو کا محور و مرکز ہو اور نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔''(۵۲)

آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے چھوٹے چھوٹے کلمات اپنے معنی و مفہوم میں نہایت جامع اور پُر مغز ہیں گویا کوزے میں دریا بند کیے ہوئے ہیں اور حکمت و دانائی کے شاہکار ہیں۔آپ ﷺ نے عربی زبان کے بعض ایسے محاورے استعمال کیے ہیں جن کا استعمال آپ ﷺ سے پہلے کسی عرب ادیب و شاعر کے ہاں نہیں ملتا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے یہی کلمات ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہونے لگے۔چند مثالیں دیکھیں:

☆مات حتفه انفة. (وہ اپنی ناک کی موت مر گیا)
☆وبعثت في نفس الساعة. (میں آخری زمانے میں مبعوث ہوا ہوں)
☆بدنة علي دخن. (صلح دھوئیں پر ہے)
☆کل ارض سمانها. (ہر زمین اس کے تنومندوں کے ساتھ ہے)
☆یا خیل اللہ اِرکبی. (اے اللہ کے سوارو! سوار ہو جاؤ)
☆لاینطح فیه غزاک. (اس میں دو ہم شاخ بکریاں نہیں ہو سکتی ہیں)
☆رویدکَ زفقاً بالقواریر. (ان آبگینوں کے ساتھ آرام سے کام لو (چلو))(۵۳)

فصاحت و بلاغت کی یہ خوبیاں آپ ﷺ کے ان بے مثال جزالت و سلاست سے آراستہ چھوٹے چھوٹے جملوں ہی تک موقوف نہیں ہیں بلکہ مبسوط اور طویل ارشادات میں بھی یہ تمام خوبیاں موجود ہیں اور نظمِ الفاظ اور حسنِ ترکیب ان خوبیوں پر مستزاد! اور وہ ایسی خوبیاں ہیں جن کی نظیر کسی بشر کے کلام میں موجود نہیں ہے اور نہ کوئی کلامِ حادث اس کا حریف و مثیل ہو سکتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے ایک بار سوال کیا کہ آپ ﷺ اپنے مسلک کی وضاحت کریں۔آپ ﷺ نے مختصراً جس فصیح انداز سے جواب دیا اور اس جواب میں اپنے طرزِ فکر،

اپنے کردار اور اپنی روحانیت کی جامع تصویر کھینچ دی وہ بجائے خود انسانی کلام کی تاریخ میں ایک اعجاز ہے، ملاحظہ ہو:

''المعرفةُ رأس مالي، والعقلُ اصلُ ديني، والحبُّ اساسي، والشوقُ مَركَبي، وذكرُ اللّٰهِ انيسي، والثقةُ كنزِي، والحُزنُ رفيقي، والعلمُ سلاحي، والصبرُ ردائي، والرضاء غنيمتي، والعجز فخري، والزُّهد حِرفتِي، واليقينُ قوّتي، والصِدقُ شفيقي، والطاعةُ حسبي، والجهاد خُلقي، وقُرّةُ عيني في الصّلوٰة.

''عرفان (معرفت) میرا سرمایا ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، خدا کی رضا میری غنیمت ہے، عاجزی میرے لیے وجہ اعزاز ہے، زُہد میرا پیشہ ہے، یقین میری طاقت ہے، صدق میرا سفارشی ہے، طاعت میرا بچاؤ ہے، جہاد میرا کردار ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''(۵۴)

قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی ''الشفا بتعريف المصطفى'' میں سرورِ کونین ﷺ کی فصاحتِ زبان اور بلاغتِ کلام کا ایک جامع خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جہاں تک فصاحتِ لسانی اور بلاغتِ زبانی کا تعلق ہے تو نبی ﷺ اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے۔ آپ ﷺ کا مرتبۂ فصاحت کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔ طبیعت کی سلاست و روانی، معانی پیدا کرنے کا کمال، جامع مختصر جملے بولنا، ستھرے اور چمک دمک والے الفاظ، صحتِ معانی اور ہر بات بے تکان اور بے تکلف و تصنع بولنا، آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا حصہ تھا۔ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے۔ انوکھی پُر حکمت باتیں آپ ﷺ کے خصائص میں سے تھیں اور آپ ﷺ کو عرب کی تمام زبانوں کا علم دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر قبیلے سے اس کی اپنی زبان اور لہجے میں بات کرتے تھے۔ ان کی ہی زبان کے محاورات استعمال کرتے اور ان کی فصاحت و بلاغت کے مطابق معنی پیدا کرکے برتری ثابت کرتے تھے، حتیٰ

کہ آپ ﷺ کے بہت سے صحابہؓ اکثر مواقع پر آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے کلام اور اقوال کی تشریح وتفسیر دریافت کرتے تھے۔۔۔رسولِ اکرم ﷺ فصاحت زبان اور بلاغتِ کلام میں ایسے بلند ورفیع مقام اور ایسے مرتبہ پر فائز تھے جہاں سلاستِ طبع، فصاحتِ کاملہ، ایجاز، موزوں الفاظ کا انتخاب، جزالتِ کلام، صحتِ معانی اور قلتِ تکلف، کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ حضور ﷺ کو کم الفاظ اور وسیع معانی کا وصف عطا کیا گیا تھا اور نادر حکمتوں کے ساتھ آپ ﷺ مخصوص کیے گئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب کی تمام (مختلف) زبانیں سکھا دی تھیں۔پس آپ ہر قوم سے اس کی ہی زبان میں خطاب فرماتے تھے اور اس کے روزمرہ میں سے لغت استعمال فرماتے تھے اور اسی کے روزمرہ میں بلاغت کی رعایت مدِ نظر رکھتے تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ کرام کسی اور موقع پر آپ ﷺ سے اس کلام کی شرح دریافت فرماتے اور آپ کے ارشادِ گرامی کی توضیح کے خواستگار ہوتے، جس نے آپ ﷺ کے اقوالِ گرامی (احادیث وسیرت) میں غور وفکر کیا ہے اس پر یہ بات واضح ہوگئی اور یہ حقیقت سامنے آگئی ہے۔آپ ﷺ کا کلام جیسا قریش، انصار، اہلِ حجاز واہلِ نجد کے ساتھ ہوتا تھا ویسا اندازِ کلام اس وقت نہیں ہوتا تھا جب آپ ذی المشار ھمدانی، طہفۃ النہدیؒ، قطن بن حرثہ، اشعث بن قیس اور وائل بن الحجر الکندی سے گفتگو کے وقت اختیار فرماتے تھے جو امرا وملوک میں سے تھے۔۔۔اس طرح (قریش میں پیدائش اور بنوسعد میں پرورش سے) آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت میں صحرا نشینی کی قوتِ بیان ومقابلہ اور عمدہ لفظی اسلوب کے ساتھ شہری علاقے کے الفاظ کی چمک دمک اور اندازِ گفتگو کی رونق ایک ساتھ جمع ہوگئی تھی، اس کے علاوہ وہ تائیدِ الٰہی بھی آپ ﷺ کے شاملِ حال تھی جس کی امداد اس وحیِ ربانی سے ہوئی تھی جس کا احاطہ انسانی قدرتِ علم سے باہر ہے۔''(۵۵)

قاضی عیاض نے محولہ بالا قول کی تائید میں سرورِ کونین ﷺ کے اس گرامی نامہ کا متن پیش کیا ہے جو آپ ﷺ نے بنی ہمدان کو رقم فرمایا تھا۔اس مکتوبِ گرامی میں فصاحت وبلاغت، جزالتِ الفاظ اور ان کا نظم اپنے کمال پر ہے۔یہ گرامی نامہ ان ہی کی زبان، ان ہی کی لغت اور

ان ہی کی روزمرہ میں ہے:

''تمہارے لیے نشیب وفراز اور سنگریزوں والی زمین ہے پس تم اس کی پیداوار کھاؤ اور اس میں (اپنے جانور) بے روک ٹوک چراؤ، ہمارے لیے ان کے مویشیوں اور غلّے کے خرمنوں سے وہی حصہ ہے جو وہ عہد (کے مطابق) اور امانت سے ادا کریں گے ان کے صدقے کا مال ،بوڑھے اونٹ، اونٹنیاں، شتر بچے، عمر رسیدہ اور گھر پر کھڑے رہنے والے اونٹ (جن کی کھال سے نطع بنایا جاتا ہے) اور ان پر وہ بکری اور وہ گائے ہے جو چھ سال کی ہو اور وہ اونٹ جو پانچویں سال میں ہو۔''

فصاحت وبلاغت آپ ﷺ کے بیان کے ایسے ظاہری ومعنوی اوصاف تھے جو کسی حال اور کسی وقت میں بھی آپ ﷺ کے کلام سے جدا نہیں تھے گویا اس کا جزو لاینفک تھے۔ فرامین ہوں یا مکتوبات، عہدنامے ہوں یا وثیقہ جات، خطبات ہوں یا دعائیں۔ زبان و بیان کی یہ خصوصیات ہر نوع کے کلام میں اور ارشاد کے ساتھ مختص ہوتی تھیں۔ فصیحانِ عرب کے کلام کے مقابل میں ان خوبیوں کو اپنے کلام میں پیدا کرنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کو نہ غور وفکر سے کام لینے کی ضرورت پڑتی تھی اور نہ ان کے لیے تکلف اور اہتمام کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کا رب کریم آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے بے ساختہ ایسا کلام جاری کر دیتا۔ یہ تمام ذخیرۂ ارشادات واحکامات، توضیحات وتشریحاتِ احکام الٰہی ربانی جو امورِ تشریحی کی حیثیت رکھتے ہیں ایک الہامی چیز تھی اس لیے آپ ﷺ کو اپنے کلام کی تزئین کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی اور نہ آپ ﷺ نے کبھی کسی فصیح وبلیغ قبیلہ کی زبان کا خاص طور پر تتبع کیا۔ آپ ﷺ کے ارشاداتِ گرامی سے خود فنِ بلاغت کے مبانی ومبادیات، اصول وقواعد مرتب کیے گئے۔ آپ ﷺ کی زبان اور روزمرہ وہی تھا جو قریش کی زبان اور ان کا روزمرّہ تھا۔ کلامِ اقدس کا موضوع، ہر چند کہ مختلف اوقات اور مختلف احوال ومواقع پر متنوع ہوتا لیکن کلامِ اقدس کی خوبیاں ہر حال میں اور ہر موقع پر علی حالہا قائم رہتی تھیں۔(۵۲)

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے:

''ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آپ ﷺ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شخص کبھی نہیں دیکھا!'' آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''وَمَا یَمْنَعُنِیْ؟ وَاِنَّمَا اُنْزِلَ الْقُرآنُ بِلِسَانِیْ لِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُبِیْنٍ، اَنَااَفْصَحُ الْعَرَبِ، بَیْدَاَنِّیْ مِنْ قُرَیْش، وَنَشَأتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ''

(میری فصاحت میں کیا چیز مانع آسکتی ہے؟ قرآن مجید میری زبان میں نازل ہوا جو لسانِ عربی مُبین یا منجھی ہوئی عربی زبان ہے (پھر ایک اور موقع پر فرمایا) میں افصح العرب ہوں مگر (اس پر مستزاد یہ ہے کہ) میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہوں اور میری نشو ونما قبیلہ بنو سعد میں ہوئی ہے) (۵۷)

طبرانی کے الفاظ یوں ہیں:

''میں تمام عربوں سے زیادہ کھول کر بات کرنے والا ہوں۔ میں قریش میں پیدا ہوا، میری پرورش بنو سعد میں ہوئی تو اب میرے کلام میں لحن کہاں سے آئے؟ میری فصاحت و بلاغت میں نقص کہاں سے آئے۔'' (۵۸)

ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام عرب کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ یہ علم وادب آپ ﷺ کو کس طرح حاصل ہوا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

''اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَأدِیْبِی''

''میرے رب نے مجھے سلیقہ اور ادب سکھایا ہے اور میری خوب خوب تربیت فرمائی۔''

قرآنِ مجید کا لفظی اسلوب بیان بھی ایک معجزہ ہے اور اس کی مختصر سے مختصر آیت میں معانی و مفاہیم کا جو بحرِ بیکراں موجود ہے وہ بھی ایک معجزہ ہے۔ گویا کتاب اللہ کے لفظی اور معنوی دونوں قسم کے محاسن اعجازِ نبوتِ محمدی (ﷺ) کی شہادت ہیں۔ فصاحت و بلاغتِ قرآنی تو ایک ایسا معجزہ جس کے سامنے ہر عہد کے عرب فصحاء و بلغاء مسلم و غیر مسلم سرتسلیم خم کرتے رہے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے رسیا عربوں میں قرآن کریم کے اعجاز سے کام لیا گیا اس

لیے صاحبِ قرآن ﷺ کے قلبِ اطہر اور زبانِ اقدس کو فصاحت و بلاغت کے تمام لوازمات کمال سے نوازا گیا۔ آپ ﷺ کی فطرت وخلقت میں خطابت کا اعجاز اور جوامع الکلم کا کمال ودیعت کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی بجائے خود فصاحت و بلاغت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے کہ ''میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں مگر قریش سے تعلق رکھتا ہوں'' گویا آپ ﷺ افصح العرب ہوتے اور قریش سے نہ ہوتے تو یہ بات ایک کمی کا باعث ہوتی کیونکہ قبیلہ قریش بحیثیتِ مجموعی لسانی فصاحت و بلاغت میں تمام عرب میں سب سے بلند مقام کا مالک تھا۔ ان کی زبان ''لسان عربی مبین'' یعنی منجھی ہوئی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا اور عرب کے تمام قبائل کے خطباء اور شعراء قریش کی سکہ بند زبان ہی کو اظہار کا قابلِ فخر ذریعہ تصور کرتے تھے۔ گویا قریش ''اہلِ زبان'' تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ قریش میں اور وہ بھی ساداتِ بنی ہاشم میں آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت افصح اللسان ہونے کی ضمانت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لسانِ نبوت کو پاکیزہ اسلوبِ بیان اور شستہ اندازِ کلام سے مزین کرنے کے لیے آپ ﷺ کی تربیت کا بندوبست قبیلہ بنی سعد میں فرمایا۔ بنو سعد بن بکر بن ہوازن عرب کے بدوی قبائل میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھا اور قریش کے شرفاء وسادات اپنے بچوں کی رضاعت اور پرورش کا بندوبست عموماً اسی قبیلہ میں کرتے تھے۔ بنو سعد کے علاوہ آپ ﷺ کے ننھیال بنو زہرہ اور آپ ﷺ کے سسرال بنو اسد کی فصاحت و بلاغت بھی مسلّم تھی۔ ان کا بھی آپ ﷺ کی تربیت اور اسلوبِ کلام پر اثر پڑا۔

کیوں کر نہ ہو فصیح تریں اس کی گفتگو
گھٹی اُسے زبانِ بنی سعد سے ملی

(عبدالعزیز خالد)

آپ ﷺ نے بے شمار اصطلاحات بنائیں، تراکیب پیدا کیں، تشبیہیں اور تمثیلیں وضع کیں، خطابت کا نیا انداز نکالا اور بہت سے مروجہ الفاظ واسالیب کو متروک کیا۔ ایک مرتبہ بنو نہد کے لوگ آئے تو گفتگو ہوتی رہی جس کے دوران میں آنے والوں نے تعجب سے کہا:

''اے اللہ کے نبی! ہم آپ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ایک ہی مقام میں پرورش پائی ہے، پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ ایسی عربی میں بات کرتے ہیں کہ جس (کی لطافتوں) کو ہم میں سے اکثر نہیں سمجھ سکتے؟''

فرمایا:

''ان اللّٰہ عزّ و جل ادّبنی فاحسن ادبی و نشاتُ فی بنی سعد بن بکر''

یعنی میری لسانی تربیت خود اللہ عزّ و جل نے فرمائی ہے اور میرے ذوقِ ادب کو خوشتر بنا دیا۔ نیز میں نے قبیلہ سعد کی فصاحت آموز فضا میں پرورش پائی ہے۔''

ایک موقعے پر کسی ملاقاتی سے بات ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ تعجب سے سن رہے تھے۔ پوچھا اس شخص نے آپ سے کیا کہا اور آپ نے کیا فرمایا؟ حضور ﷺ نے وضاحت کی اس پر جنابِ صدیقؓ کہنے لگے:

''میں عرب میں گھوما پھرا ہوں اور فصحائے عرب کا کلام سُنا ہے لیکن آپ ﷺ سے بڑھ کر فصیح کلام کسی اور سے نہیں سُنا۔''

علامہ مصطفیٰ صادق الرافعی، حضرت ابوبکرؓ کے اس قول سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ زمانہ دراسلام میں حضرت جبیر بن مطعمؓ سب سے بڑے ماہرِ انساب تھے مگر انہوں نے بھی یہ سب کچھ حضرت ابوبکرؓ سے سیکھا تھا جو اس عہد کے سب سے بڑے ماہرِ انساب تھے اور قبائلِ عرب سے پوری طرح آگاہ تھے۔ فصاحتِ نبوی کے بارے میں ان کا یہ کہنا اس بات کی شہادت ہے کہ اس وقت عرب میں کوئی خطیب ایسا نہ تھا جو تمام قبائل کے لہجات سے واقف ہو اور ایسا منفرد اندازِ خطابت رکھتا ہو۔(۵۹)

معاندینِ اسلام یہ کہا کرتے تھے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں بلکہ معاذ اللہ یہ محمد (ﷺ) کا کلام ہے، گویا انہوں نے کذب و افترا باندھا بھی تو اللہ پر، حالانکہ لفظ و معنی اور اسلوب کے لحاظ سے کلام اللہ اور کلام محمد (ﷺ) میں کہیں مطابقت اور برابری نہیں۔ آپ کے خطبات،

مکتوبات، جوامع الکلم اور صحیح احادیث میں ایک جیسی فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی اور سادگی و بے تکلفی نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے تمام فصحاء و بلغاء نے آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کی ستائش کی ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان و ادب کی تاریخ میں کلام اللہ کے بعد فصاحت و بلاغت میں کلامِ نبوی (ﷺ) کا مقام ہے۔ امام غزالیؒ، فصاحتِ نبوی ﷺ کے بارے میں اپنی معروف کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ سب سے زیادہ فصیح تھے۔ آپ ﷺ کا کلام سب سے زیادہ شیریں تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ میں افصح العرب ہوں۔ اہلِ جنت محمد ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ آپ ﷺ کم بولنے والے، آسانی سے گفتگو کرنے والے تھے۔ جب بھی بولتے تو نہ آپ ﷺ فضول بات کرتے نہ بیکار، یوں لگتا تھا کہ آپ ﷺ کا کلام موتی ہیں جو لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں۔''(٦٠)

استاد احمد حسن زیات فصاحتِ نبوی کے امتیازی خصائص و محاسن یوں بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی احادیث، اگرچہ فیضانِ قلب اور بے ساختہ بداہت گوئی کا نتیجہ ہیں، اپنے اندر الہام کا اثر، عبقریت کی نشانی اور بلاغت کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کی ان احادیث کا اسلوبِ بیان قرآن کریم کے بجائے عہدِ نبوت کے عربی اسلوب بیان کے زیادہ قریب ہے۔''

آپ ﷺ کے جوامع الکلم کے اسلوبِ بیان اور تشبیہ و تمثیل پر قدرت کاملہ کی نشان دہی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو تشبیہ و تمثیل کے استعمال، بے ساختہ کلمات، حکمت اور عمدہ اندازِ گفتگو پر عجیب قدرتِ کاملہ حاصل ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ فطرۃ افصح العرب تھے۔ آپ ﷺ نے خود بھی اس بات کا ذکر فرمایا جس میں کوئی کھوٹ نہیں اور آپ ﷺ کی اس بات پر کوئی

اعتراض نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ کی فصاحت الہام و فیضان کے مشابہ معلوم ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے مشقت یا تکلف سے کبھی کام نہیں لیا نہ کبھی اس کے لیے آپ ﷺ نے ریاض کیا تھا بلکہ الفاظ آپ ﷺ کے سامنے فرشِ راہ تھے اور معانی آپ ﷺ کے حضور سرنگوں تھے۔ آپ ﷺ کی زبان سے نہ تو کبھی کوئی ناگوار لفظ ادا ہوا اور نہ آپ ﷺ کے اسلوبِ بیان میں کبھی ناہمواری نظر آئی۔ عرب کا کوئی لہجہ آپ ﷺ کی نظر سے اوجھل نہ تھا اور نہ کوئی فکر وخیال آپ ﷺ کے ذہن سے دور ہو سکا۔''(۶۱)

محمود مصطفیٰ، فصاحتِ نبوی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اپنے کلام میں اس سجع سے اجتناب فرماتے تھے جس کا التزام کاہن کیا کرتے تھے تاکہ لوگوں پر غالب آسکیں اور عقلوں کو اپنی طرف مائل کر سکیں چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی تحقیر کی اور ان کے افعال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا، کاہنوں کی سجع سے اجتناب کرو۔ اس لیے آنحضرت ﷺ کا کلام پاکیزہ الفاظ، واضح اسلوب، خوب صورت اختصار اور حسین اطناب کا حامل تھا جو ناپسندیدہ سجع سے خالی تھا اور بلند معانی پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ کے ارشادات اس لائق ہیں کہ ان کے افکار سے فضل و کمال کا اکتساب کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا کلام قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھا۔''(۶۲)

آپ ﷺ کے کلام میں نئے الفاظ و اسالیب، معانی و مقاصد پائے جاتے ہیں جو تصنع، تکلف اور بناوٹ سے پاک ہیں۔ ڈاکٹر شوقی ضیف نے عربی زبان پر فصاحت و بلاغت نبوی کے وسیع اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا ہے کہ عربی زبان میں متعدد الفاظ ایسے ہیں جن کا رواج و استعمال ارشاداتِ نبوی کا مرہونِ منت ہے۔ فصاحتِ نبوی کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قرآنِ کریم کی ہدایت و رہنمائی میں حضرت محمد ﷺ عربوں کے سامنے خطبات ارشاد فرمایا کرتے تھے تاکہ انہیں بُت پرستی کی تاریکیوں

سے نکال کر ہدایتِ سماویہ کی روشنی کی طرف لے آئیں۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فصاحت و بلاغت عطا کی تھی جس کے طفیل آپ ﷺ دلوں کی باگ ڈور کے مالک بن گئے تھے اور یوں لگتا تھا کہ معانی واسالیب آپ ﷺ کے حضور میں حاضر ہونے کے لیے منتظر کھڑے ہوں تا کہ ان میں سے آپ ﷺ ایسا اسلوب و معنی منتخب کر لیں جس سے لوگوں کی قوتِ سامعہ کو مسرت وانبساط حاصل ہو اور ان کے دل ہمہ تن گوش ہو جائیں۔''(۶۳)

علامہ مصطفیٰ صادق الرافعی جدید عربی ادب میں قدامت پسند اور راسخ العقیدہ مصری ادباء وعلماء کے سرخیل تھے۔انہوں نے اپنی کتاب ''اعجاز القرآن'' میں افصح العرب ﷺ کے اسالیبِ بلاغت کے تمام پہلوؤں سے مفصل بحث کی ہے۔وہ کلامِ نبوت کے جلال و جمال اور کمال کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

''الفاظِ نبوت ایسے ہیں کہ انہیں ایک ایسے دل نے تعمیر کیا ہے جو اپنے خالق کے جلال سے لگاؤ رکھتا ہے۔ان الفاظ کو ایک ایسی زبان نے صیقل کیا ہے جس پر قرآن کریم اپنے حقائق سمیت نازل ہوا تھا۔یہ الفاظ اگر چہ وحی نہیں ہیں لیکن یہ آئے وحی کے راستے سے ہیں۔انہیں اگر چہ وحی کی رہنمائی حاصل نہیں رہی مگر یہ وحیٔ ربانی کی تصدیق ہیں۔یہ ایک پختہ اندازِ کلام ہے جس کا کوئی حلقہ بھی ڈھیلا نہیں۔اس میں فالتو باتیں ہیں ہی نہیں۔یہ کلام اپنے اختصار وافادیت کے لحاظ سے یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی دل کی نبض ہے جو بول رہی ہے۔بلندی اور عمدگی میں یہ کلام خواطرِ نبوت کا مظہر ہے۔۔۔قرآنِ کریم اگر آپ کو یہ دِکھاتا ہے کہ وہ زمین کے نام آسمان کا خطاب ہے تو کلامِ نبوت سے آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ کلامِ زمین ہے جس کا مرتبہ کلامِ آسمانی کے بعد آتا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں:

''کلامِ نبوی جامع وموزوں ہے جو اکثر وبیش تر طوالت کا رنگ اختیار نہیں کرتا بلکہ وہ تو ایک تمثال کی مانند ہے جس میں موضوع اور معنی کی

ایک مقدار ملحوظ رہتی ہے اور موضوع و معنی کے علاوہ لفظ و معنی کے باہمی ربط کی صورت بھی ملحوظ رہتی ہے۔''(۶۴)

الرافعی رسول اللہ ﷺ کی بلاغت کے پانچ امتیازی خصائص بیان کرتے ہیں:

''ایک تو یہ کہ کتاب اللہ کے بعد عربی فصاحت و بلاغت کی تاریخ میں کوئی ایسا خطیب نہیں ہوا جو آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا ہم پلہ ہو سکے۔ یعنی قرآنی بلاغت کے بعد بلاغتِ نبوی کا ایک اعلیٰ اور منفرد مقام ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ کلامِ نبوت میں ایسی تراکیب ہیں جو قلتِ لفظ کے ساتھ ساتھ کثرتِ معنی کا رنگ لیے ہوئے ہیں، گویا کوزے میں دریا بند ہے۔ چند لفظ ہیں جن میں خطابت کے وسیع سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تیسری خصوصیت کو بلاغت کی اصطلاح میں خلوص سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی کسی قسم کا ابہام، غموض یا مغالطہ باقی نہیں رہتا۔ لفظ و معنی میں ایسی پختگی اور وضاحت ہے کہ سامع کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ چوتھی خصوصیت ہے قصد و اعتدال یعنی لفظ و معنی میں ایجاز و اختصار اور ایسا توازن پایا جاتا ہے جسے اقتصادِ لفظی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کلامِ نبوت کی پانچویں امتیازی خصوصیت ہے استیفاء یعنی سامع کے دل میں کوئی تشنگی یا طلب مزید کی خواہش باقی نہیں رہتی لفظ و معنی اس کی تسلی کر دیتے ہیں۔ اس اندازِ بیان کی مثال وہ جامع و مختصر جواب ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر بدیل بن ورقاء کے اس قول پر زبانِ نبوت سے ادا ہوا تھا کہ قریش آپ ﷺ کو روکنے اور جنگ کرنے کے لیے کیل کانٹے سے لیس ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قریش کو جنگ نے نڈھال کر ڈالا ہے۔ اس لیے اگر وہ چاہیں تو ہم انہیں کچھ مہلت دے دیتے ہیں۔ وہ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں۔ اگر میں غالب آ گیا تو وہ بھی لوگوں کے ساتھ دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں اور وہ اس اثناء میں آرام بھی کر چکے ہوں گے۔ اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس دین کی خاطر

لڑوں گا حتیٰ کہ میری گردن الگ ہو جائے۔اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ کر کے رہے گا۔''(۶۵)

ممتاز مصری عالم استاذ عباس محمود العقاد اپنی کتاب ''عبقریۃ محمد (ﷺ)'' میں فصاحتِ نبوی (ﷺ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

''فصاحت ایک ایسی صفت ہے جو کلام کے لیے بھی ہو سکتی ہے، اندازِ گفتگو اور ہیئت تکلم کے لیے بھی استعمال ہو سکتی ہے۔گفتگو یا کلام کے موضوع کے لیے بھی آسکتی ہے۔اس لیے ہو سکتا ہے کہ کوئی کلام فی ذاتہ تو فصیح ہو مگر ہیئت نطق و تکلم فصیح نہ ہو یا ہو سکتا ہے کہ کلام بھی فصیح ہو اور ہیئت گویائی بھی فصاحت کا رنگ لیے ہوئے ہو مگر موضوع میں فصاحت کا وصف موجود نہ ہو جس سے کلام کانوں کے لیے حلاوت و شیرینی کا سامان کرتا ہے اور دلوں کے لیے ساحرانہ اثر انگیزی کا سماں باندھتا ہے، لیکن محمد ﷺ کی فصاحت میں یہ تمام اوصاف بیک وقت مکمل شکل میں موجود ہیں۔آپ ﷺ کے کلام کی ہیئت نطق و تکلم اور موضوع کلام سب میں فصاحت بدرجۂ اُتم موجود ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ افصح العرب تھے۔۔۔تمام روایات متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی نطق گویائی حروف اور ان کے مخارج کے عیوب سے پاک تھی اور یہ کہ آپ ﷺ ان حروف کے خوب صورت ترین اور مؤثر ترین طریقے سے ادا کرنے پر قدرتِ کاملہ رکھتے تھے۔''(۶۶)

مصر کے ممتاز عالم استاذ محمد عطیۃ الابراشی، فصاحت میں آپ ﷺ کی عظمت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ (ﷺ) کی زبان فصیح تھی، کلام بلیغ تھا، الفاظ پُر رونق، عبارت عمدہ اور تکلف نہ تھا۔آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا ہوئے۔ انوکھی حکمت بھری باتیں آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔عرب کی زبانوں کا آپ ﷺ کو علم عطا ہوا تھا۔آپ ﷺ ہر قبیلے سے اس کی زبان میں بات چیت کرتے۔۔۔اگر ہم یہ کہیں تو مبالغہ نہ ہو گا کہ نبی اُمّی ﷺ تمام فصحا سے

بڑے فصیح، تمام بلغاء سے بڑے بلیغ اور تمام ذکی لوگوں سے زیادہ ذہین تھے۔ آپ ﷺ کا اسلوب آسان، شیریں اور خوب صورت ہوتا تھا جسے ہر سننے اور پڑھنے والا سمجھ لیتا اور اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہوتا تھا۔"(٦٧)

آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغتِ لسانی نے عربی زبان پر زبردست اثر ڈالا۔ وضع اور اشتقاقِ الفاظ، ایجاد و ابداعِ اسالیبِ بیان میں آپ ﷺ کا ثانی یا نظیر پیدا نہ ہوا۔ آپ ﷺ کی زبان معجز بیان سے ایسی تراکیب اور محاورات اُدا ہوئے جو نہ تو عربوں نے پہلے کبھی سنے تھے اور نہ ان سے وہ آشنا تھے۔ لسانِ نبوت کے یہ محاورات اور تراکیب بعد میں ضرب المثل کا درجہ حاصل کر گئیں، مثلاً:

☆ مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ

(وہ اپنی ناک کی موت مرا یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا) کے محاورے کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ پہلے کبھی کسی سے نہیں سُنا تھا۔

☆ بُعِثْتُ فِیْ نَفَسِ السَّاعَةِ

(میں قیامت کے سانس میں مبعوث ہوا ہوں یعنی قیامت سانس لے رہی ہے اور میں مبعوث ہوا ہوں)

☆ تہبند زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنے کے لیے المخیلة کا لفظ سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی استعمال کیا۔ اِیَّاکَ و الْمَخِیْلَةَ۔ (تکبر سے بچ)

☆ عورتوں کو شیشے سے تشبیہ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی نے دی اور فرمایا: رُوَیْدَکَ رِفْقاً بِالْقَوَاء (ٹھہرو شیشوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو)۔

☆ یومِ بدر کو فیصلہ کُن دن قرار دیتے ہوئے یہ محاورہ بھی سب سے پہلے آپ ﷺ نے ہی استعمال فرمایا تھا: هذا یومٌ لهٗ مابعدهٗ (یہ ایسا دن ہے جو بعد میں آنے والے دنوں کے لیے فیصلہ کُن ہوگا)

☆ صلح حدیبیہ کو آپ ﷺ نے ایک ایسی صلح قرار دیا جس کی بنیاد بدمزگی اور کدورت ہے اور

یہ محاورہ استعمال کیا جو بعد میں ضرب المثل بن گیا: هُدْنَةٌ عَلىٰ دَخَنٍ (یہ وہ صلح ہے جو دھویں سے آلودہ کھانے پر قائم ہوئی)

☆ کُلُّ ارضٍ بِسماتِهَا (ہر سرزمین کی اپنی مخصوص نشانیاں ہوتی ہیں) کا محاورہ بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بولا تھا جو بعد میں ضرب المثل بن گیا۔(۶۸)

الغرض پختہ اندازِ ادا، شانِ فصاحت، شیریں کلام اور سلاست اسلوب کی کوئی ایسی صفت نہ ہوگی جو آنحضرت ﷺ میں موجود نہ ہو۔ یہ سب اوصاف آپ ﷺ کو فطرت نے عطا کیے تھے۔ نہ تو ان کے لیے آپ ﷺ کو ریاضت کرنی پڑی اور نہ مشقت اٹھانی پڑی۔ بلکہ آپ ﷺ تو ان اوصاف میں فطرۃً کامل پیدا ہوئے تھے۔

☆☆☆

جوامع الکلم

نطق یا گویائی انسان کی پیدائشی خاصیت ہے چنانچہ اس کے کمالات مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ انسان کی گویائی کا کمال اس میں ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی پہنچائے جائیں۔ کلام کا یہ وصف جوامع الکلم کی بنیاد ہے۔

جوامع الکلم عربی زبان کا مرکب اضافی ہے۔ جوامع جمع ہے جامع کی اور کلم جمع ہے کلمہ کی (کلمہ کی جمع کلمات بھی ہے) چنانچہ بہ اعتبار لُغت جامع کے لفظی معنی جمع کرنے والا اور کلمہ کے لفظی معنی بات یا لفظ جو زبان سے ادا کیا جائے یا قلم سے لکھا جائے۔ لغت کے لحاظ سے "جوامع الکلم" ایسے کلام کو کہیں گے جو مختصر اور جامع ہو۔ اس کا اطلاق ایسے جامع اور مختصر کلام پر کیا گیا جس میں نصیحت، موعظت، زندگی کے تجربات کا نچوڑ، علم وحکمت کی بات، کوئی آفاقی صداقت، فلسفۂ اخلاق کا کوئی باریک نکتہ، کوئی درسِ ہدایت، کوئی قاعدہ کلیہ، کوئی اچھوتا خیال، کوئی غیر معمولی فکر، کوئی نادر مضمون بیان کیا گیا ہو اور اس کے لیے الفاظ ایسے جچے تُلے ہوں جو پہلودار اور تہہ در تہہ معنی رکھتے ہوں۔

"**لسان العرب**" کے مطابق جوامع الکلم ایسے مقولوں یا اقوال کو کہتے ہیں جو کثیر المعانی اور قلیل الالفاظ ہوں۔ "منجد" میں اس طرح آتا ہے:

"الکلام الجامع:ماقلت الالفاظ و کثرت معانیه"

انگریزی میں معلوم حد تک اس کے ہم معنی کوئی لفظ موجودنہیں ہے۔صرف Comprehensive But Concise کے فقرے سے اس مفہوم کوادا کرتے ہیں۔

Maxiam.Proverb.Saying وغیرہ کوبھی اس کا متبادل قرارنہیں دیا جا سکتا۔ اردو اور فارسی بھی اس لحاظ سے تہی دامن ہیں۔کہاوت،ضرب المثل،مقولہ،قول اردو،فارسی کے ایسے الفاظ ہیں جوقریب تر ہونے کے باوجود اس مفہوم کوٹھیک ٹھیک ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔یہی وجہ ہے کہ اردو اور فارسی لغات نے بھی عربی سے مستعار لے کر اس کمی کو پورا کیا۔چنانچہ اب جوامع الکلم بھی ان زبانوں کے ذخیرۂ الفاظ میں اس طرح شامل ہے جس طرح عربی کے بے شمار دوسرے مستعار الفاظ ہیں اور اردو اور فارسی لغات اس کے معنی بتانے کے لیے کوئی متبادل لفظ دینے کی بجائے تشریحی جملہ درج کرتے ہیں۔"نوراللغات" میں لکھا ہے کہ جوامع الکلم وہ کلام ہوتا ہے جس کے لفظ تھوڑے ہوں اور مطلب بہت نکلے۔اسی طرح فارسی کی فرہنگ "انندراج" میں ہے:جوامع الکلم:چند احادیث اند کہ ہر یک از آں ہا باوجود اختصار الفاظ وعبارت،مطالب کثیر را مشتمل است۔

جوامع الکلم کا ابتدائی مفہوم بس اسی قدر ہے کہ کم الفاظ میں زیادہ معنی سمودیے جائیں۔اردو کے ایک محاورہ میں اسی کو "دریا کو کوزے میں بند کرنا" کہتے ہیں۔مرزا غالب کا یہ شعر اسی بات کی ترجمانی کرتا ہے:

گنجینہ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب میرے اشعار میں آوے

شاعری کی زبان میں جس چیز کو "سہل ممتنع" کہتے ہیں وہ جوامع الکلم کے اجزا ترکیبی کا فقط ایک جز ہے اور شاعری اور پیغمبری میں جو فرق ہے وہی فرق سہل ممتنع اور جوامع الکلم میں ہے۔

ہر ملک،ہر زبان اور ہر دور کے ادب میں جوامع الکلم کو مقبولیت حاصل رہی،اس

کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے جامع اور مختصر فقرے آسانی سے دماغ کی گرفت میں آجاتے ہیں اور حافظے میں باقی رہتے ہیں لیکن رسولِ اکرم ﷺ سے پہلے تاریخ تمدن کا یہ سرمایا جو صدیوں میں جمع ہوا، گراں قدر ہونے کے باوجود زیادہ وقیع نہیں ہے۔ آنحضور ﷺ کا زمانہ جملہ کمالاتِ انسانی کا نقطۂ عروج ہے۔ آپ ﷺ کے ظہور سے نبوت ہی کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ اس کے جلو میں جوامع الکلم کا گنجِ شائگاں بھی دنیا کو ملا۔ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کی سیرت میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ اس نے کہا ہو کہ: "بعثت بجوامع الکلم یا اوتیت جوامع الکلم" اور جریدۂ تاریخ میں اس کی نسبت یہ الفاظ ہوں: "وصفته ﷺ انه كان يتكلم بجوامع الكلم.

بخاری، مسلم، ترمذی اور مسندِ احمد میں ۱۴ جگہ آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے:

"اعطیت جوامع الکلم" مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں یہ راویت بھی ملتی ہے: "اوتیت جوامع الکلم" مجھے جوامع الکلم دیے گئے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ "بعثت بجوامع الکلم" میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔

رسالت مآب ﷺ کے متعدد ارشاداتِ گرامی ایسے ہیں جو حروف و الفاظ کے اعتبار سے تو مختصر مگر معانی کے لحاظ سے بہت وسیع اور جامع ہیں۔ محدثین اور عربی ادب کی اصطلاح میں اس نوع کے ارشاداتِ نبوی جوامع الکلم کہلاتے ہیں اور یہ اصطلاح آپ ﷺ کے اپنے ایک ارشاد پر مبنی ہے:

نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَ اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ.

(اللہ تعالیٰ نے غزوۂ خندق میں) میری بادِ صبا کے ذریعے مدد فرمائی اور مجھے جامع کلمات بھی عطا کیے گئے)

اس کے اقوال جامع و مانع
اس کے کلمے بلیغ و بے ابہام
ہر قدم تیرا ہے منزل، ہر سخن تیرا کتاب
اے خطیبِ خیرہ حکمت، اے امامِ راستیں

(عبدالعزیز خالد)

شرف الدین اصلاحی حضور (ﷺ) کے جوامع الکلم کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''آپ ﷺ کی صفت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ جوامع الکلم میں گفتگو فرماتے تھے۔ آپ ﷺ سے دین ہی کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ جملہ علوم وفنون اور مظاہر تہذیب وتمدن کی ترقی کا بھی سامان ہوا۔ نبی آخرالزمان ﷺ ہونے کے علاوہ آپ ﷺ کا تعلق ایک ایسی قوم سے تھا جو خودکو عرب یعنی فصیح اللسان کہتی تھی اور اپنے مقابلے میں ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا سمجھتی تھی۔ عربی آپ ﷺ کی مادری زبان تھی جو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں اس لحاظ سے ممتاز تھی کہ اس کی فصاحت وبلاغت ضرب المثل تھی۔ آپ ﷺ اس زبان کے بولنے والوں میں سب سے اعلیٰ وافضل تھے۔ صحیح حدیث ہے: ''انا افصح العرب ولافخر'' میں دنیائے عرب کا فصیح ترین انسان ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔ ملک عرب کا عربی بولنے والا فصیح اللسان پیغمبر جو مبداء فیاض سے کسب فیض کرتا تھا اس کی زبان سے جوامع الکلم کے پھول جھڑیں تو یہ عین اقتضائے فطرت تھا۔''(٦٩)

حضور ﷺ کے جوامع الکلم کا جواب دنیا کی کسی زبان کے ادبِ عالیہ میں نہیں ملتا اور نہ ہی ممکن ہے۔ ویسے تو آپ ﷺ کا پورا کلام اقوالِ زریں کا نفیس نمونہ ہے لیکن اختصار کے لیے جوامع الکلم ایسا نمونہ ہیں جس سے حضور ﷺ کے کلام کی خصوصیات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جاحظ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ''جوامع الکلم'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ''وَھُوَ (الکلام) القلیلُ الجَامعُ للکثیر''(٧٠)

یعنی کلامِ نبوت کے جوامع الکلم سے مراد ایسا کلام ہے جو قلیل الالفاظ ہوتے ہوئے بھی کثیر المعانی ہوتا ہے گویا یہ ایک جامع کلام ہے جس کی امتیازی خوبی کوزے میں دریا بند کرنا ہے۔ الفاظ اور حروف کی تعداد تو بہت قلیل ومختصر ہوتی ہے مگر اس میں فکر ومعانی کا بحرِ زخار پنہاں ہوتا ہے، چنانچہ علامہ محمد عطیۃ الابراشی نے آنحضرت ﷺ کے جوامع الکلم کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وَ كَلامُهُ الجَامِعُ الَّذِی لا یُجاریٰ فِی فَصَاحتِهٖ ولا یُبَاریٰ فِی بَلاغتِهٖ ،وَالَّذِی هُو النهایةُ فِی البیانِ والغایةُ فِی البرهانِ، المشتملُ علی جوامع الکلم وبدائع الحکم ،المتضمن بقلیلِ المبانی کثیر المعانی."(۷۱)

(آپ ﷺ کا وہ جامع کلام جس کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ اور برابری کی ہی نہیں جا سکتی، جو بیان و بلاغت کا آخری درجہ اور بے انتہا مدلّل بھی ہے، جو جامع کلمات اور حکمت پر مشتمل ہوتا ہے، اس کے الفاظ وحروف کی تعداد تو قلیل ہوتی ہے لیکن معانی کی فراوانی ہوتی ہے)

جامع کلمات حکمتِ نبوتِ محمدی (ﷺ) کی ایک خصوصیت اور نبیِ اُمی (ﷺ) کا طرۂ امتیاز ہے، بقولِ قاضی عیاض:

اوتی جوامع الکلم وخُصّ ببدائع الحکم.(۷۲)

یعنی آپ (ﷺ) کو جامع کلمات عطا کیے گئے اور انوکھی حکمت بھری باتیں آپ (ﷺ) کے خصائصِ نبوت میں سے ہیں۔ دیگر انبیاء کے مقابلے میں جس قدر خصائص آپ (ﷺ) کو عطا ہوئے ہیں وہ متعدد معتبر حدیثوں میں مختلف تعدادوں میں نام بنام خود زبانِ اقدس سے ادا ہوئے ہیں۔ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

"مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ مجھے رعب اور دھاک کے ذریعے سے فتح ونصرت دی گئی۔ میرے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ بنائی گئی۔ غنیمت کا مال میرے لیے حلال کیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لیے حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت کا مرتبہ عنایت ہوا۔ مجھ سے پہلے انبیاء خاص اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام دنیا کے لیے مبعوث ہوا۔"(۷۳)

رحمت اللعالمین (جلد سوم، ص ۱۱۶) میں یہی حدیث یوں لکھی ہے:

"صحیحین میں جابرؓ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے

پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں۔
۱۔ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔
۲۔ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے جو جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔
۳۔غنیمت کا مال میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔
۴۔مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔
۵۔پہلے نبی اپنی قوم کے لیے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کے لیے نبی ہو کر آیا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرتﷺ کی زبانی چھ باتیں گنائی ہیں:
۱۔مجھے جوامع الکلم عنایت ہوئے۔
۲۔رُعب وداب سے نصرت دی گئی۔
۳۔مالِ غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا۔
۴۔تمام روئے زمین میرے لیے مسجد بنی۔
۵۔میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی۔
۶۔انبیاءؑ کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہوا۔

(صحیح مسلم، باب المساجد، ترمذی کتاب السیر ونسائی)(۷۴)

صحیحین کی ایک متفق علیہ روایت میں جوامع الکلم اور نصرت بالرعب کے بعد خزائن الارض کی مفاتح کا خواب میں حضورﷺ کے سامنے رکھا جانا بیان ہوا ہے۔صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایت کچھ یوں ہے:

''سعید بن میبؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مجھے جامع الکلمات کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا، رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی اور میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔''(۷۵)

جملہ روایات پر اجماعی غور کرنے سے آٹھ امور حاصل ہوتے ہیں:

(۱) نصرت بالرعب (۲) روئے زمین کا مسجد وطہور ہونا (۳) حلت مغانم
(۴) عطائے منصبِ شفاعت (۵) بعثت عامہ (۶) عطیہ جوامع الکلم
(۷) ختم نبوت (۸) خزائن ارض کی کلید ہا کا حضور ﷺ کے سامنے خواب میں رکھا جانا۔(۷۶)

بعض اہلِ قلم نے ''جوامع الکلم'' سے مراد قرآن مجید کو سمجھا ہے۔ کون ہے جو قرآن مجید کے جامع ہونے سے انکار کر سکے۔ بلاشبہ جوامع الکلم کا سب سے بڑا خزانہ قرآن مجید میں جمع ہے اور جوامع الکلم کے اعلیٰ اور کامل نمونے اس خزانے میں موجود ہیں۔ چیدہ چیدہ جملوں کے علاوہ قرآن مجید کی چھوٹی چھوٹی سورتیں اپنے الفاظ کے اختصار اور مطالب کی جامعیت کے اعتبار سے ''جوامع السور'' کہی جا سکتی ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ وہ کلامِ قدسی مراد ہے جسے ''حدیثِ نبوی'' علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہا جاتا ہے، جب کوئی شخص ان الفاظ پر غور کرے گا، جو حضور پُرنور کے دل وزبان سے گوشِ عالمیاں تک پہنچے اسے یقین ہو جائے گا کہ بے شک یہ کلامِ نبوت ہے۔ مختصر، سادہ، صاف، پُرصدق، معانی کا خزینہ، ہدایت کا گنجینہ۔

آنحضور ﷺ کے جوامع الکلم کی بعض امتیازی خصوصیات مختصراً یہ ہیں:

ایجاز واختصار جوامع الکلم کی ایک بنیادی خصوصیت ہے جس کے بغیر جوامع الکلم کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، لیکن آنحضور ﷺ کے جوامع الکلم میں یہ وصف منتہائے کمال کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔ حد یہ ہے کہ بعض جملے مبتدا خبر، یعنی صرف دو لفظوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ جملہ یا کلام کے لیے کم سے کم دو لفظوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک لفظ پر جملے یا کلام کا اطلاق نہیں ہوتا۔ فعلیہ جملے کی بعض صورتوں میں بسا اوقات ایک ہی لفظ ہوتا ہے مگر وہاں فاعل محذوف ہوتا ہے مثلاً ''جا'' جو اصل میں ''تو جا'' ہے۔

جوامع الکلم کی دوسری بنیادی خصوصیت جامعیت ہے۔ آنحضور ﷺ کے جوامع الکلم اس لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ ہیں۔ ایک تو الفاظ کا انتخاب لاجواب ہوتا ہے۔ دوسرے

الفاظ کی ترتیب اور بندش ایسی ہوتی ہے کہ وہ مطالب کی وسعتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ایک حرف ایک جملے کا کام کرتا ہے۔

آنحضورﷺ کے جوامع الکلم میں جامعیت کا ایک پہلو اور بھی ہے جس کا تعلق آپ ﷺ کے منصبِ نبوت سے ہے۔آفاقیت اور ابدیت کے علاوہ آپ ﷺ کالایا ہوادین ہر پہلو کو محیط ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لیے حکماء وفلاسفہ کے برعکس آپ ﷺ کے جوامع الکلم میں اس لحاظ سے بھی جامعیت نظر آتی ہے۔

تعلیمِ حکمت آپ ﷺ کی بعثت کے مہمات مقاصد میں سے ایک ہے۔آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں میں حکمت کو''خیرِ کثیر'' کی حیثیت سے متعارف کرایا اور حکمت کو مومن کا گمشدہ مال قرار دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حکمت کے صحیح تصور سے روشناس کرایا۔اس لیے آپ ﷺ کے جوامع الکلم میں حکمت کے ایسے انمول موتی ہیں جو کسی حکیم یا فلسفی کے یہاں نظر نہیں آتے۔آپ ﷺ کے خزانے میں ایسے جوامع الکلم بھی ہیں جن کا عنوان ہی حکمت ہے۔''الحکمہ ضالۃ المومن''اور''راس الحکمۃ مخافۃ اللّٰہ''جیسے جوامع الکلم جہاں ہوں وہاں کی حکمتوں کا کیا ٹھکانہ۔

آپ ﷺ کا لایا ہو دین جن خصوصیات کا حامل ہے وہ تمام خصوصیات کم وبیش آپ ﷺ کے جوامع الکلم میں بھی ملتی ہیں۔وہ فطرت سے قریب تر ہیں،انسانی نفسیات سے ہم آہنگ ہیں،عقل کو اپیل کرتے ہیں،دل میں اتر جاتے ہیں،ان سے اعلیٰ جذباتِ انسانی کو تسکین حاصل ہوتی ہے،وہ روح کو بالیدگی بخشتے ہیں۔وہ تہذیب وشائستگی سکھاتے ہیں،نفس کا تزکیہ کرتے ہیں۔سفلی جذبات کو مغلوب کرنے میں مدد دیتے ہیں،فکر کی تطہیر کرتے ہیں، اخلاق کو سنوارتے ہیں۔اچھے شعر کی طرح جلد یاد ہو جاتے ہیں۔اور حافظے میں محفوظ رہتے ہیں۔زندگی کے سفر میں تاریک راہوں کو روشن کرتے ہیں۔(۷۷)

آپ ﷺ کے جوامع الکلم سے اربابِ حال اور صوفیہ نے بھی متعدد نکتے پیدا کیے۔تاہم ان کی لطافتوں اور نزاکتوں کا خاتمہ نہیں ہوا اور اس کی جوامع الکلمی کا حصر نہ ہو سکا۔

ارشادات رسالتِ مآب ﷺ بلحاظِ الفاظ، بلحاظِ اسلوب، بلحاظِ روح بالعموم پہچانے جاتے ہیں اور احادیث وسیرت کے ریکارڈ میں حضور ﷺ کے جواجزائے کلام ہیں، وہ موتیوں کی سی لمعانی رکھتے ہیں۔ تھوڑے الفاظ، ان کا خوش آئند گٹھاؤ، ان میں معنوی گہرائی، دل پر اثر کرنے والی روحِ اخلاص کلامِ نبوی (ﷺ) کے امتیازات میں سے ہے۔(۴۸)

احادیث کے ذخائر میں جوامع الکلم کے شستہ ورفتہ اور ناسفتہ موتی جابجا بکھرے ہوئے ہیں اور آپ کے اکثر ارشادات عربی ادب کی ضرب الامثال بن چکے ہیں:

لوحِ محفوظ سے پایا ہے تیرے ذہن نے فیض
اہلِ تحقیق کو ہر قول تیرا ضرب المثل

(اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی)

عمرو بن عبسہ نے حضور ﷺ سے کچھ باتیں کیں جن کے بہت ہی مختصر مگر جامع جوابات حضور ﷺ نے دیے۔ اس چھوٹے سے مکالمے کو ملاحظہ کریں:

☆ اس (دعوت کے) کام میں ابتداء کون کون آپؐ کے ساتھ تھا؟

ﷺ: ایک مردِ آزاد (ابوبکرؓ) اور ایک غلام (بلالؓ)۔

☆ اسلام (کی حقیقت) کیا ہے؟

ﷺ: پاکیزہ گفتار اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔

☆ ایمان (کا جوہر) کیا ہے؟

ﷺ: صبر اور سخاوت۔

☆ کیسا اسلام افضل ہے؟

ﷺ: اس شخص کا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

☆ کیسا ایمان افضل ہے؟

ﷺ: جس کے ساتھ پسندیدہ اخلاق پایا جائے۔

☆ کیسی نماز افضل ہے؟

ﷺ: جس میں دیر تک عاجزی سے قیام کیا جائے۔

☆کیسی ہجرت افضل ہے؟

ﷺ: ایسی کہ تم ان چیزوں سے کنارہ کش ہو جاؤ جو تمہارے پروردگار کو ناپسند ہیں۔

☆کیسا جہاد افضل ہے؟

ﷺ: اس شخص کا جس کا گھوڑا بھی میدان میں مارا جائے اور خود بھی شہادت پائے۔

☆کون سی گھڑی (عبادت کے لیے) سب سے بڑھ کر ہے؟

ﷺ: رات کا پچھلا پہر۔

(مشکوٰۃ، باب الایمان)

ایک بار دریافت کیا گیا کہ انسانوں کو دوزخ تک پہچانے کے موجبات زیادہ تر کیا ہیں؟ فرمایا: "الفم والفرج" یعنی دہن اور شرمگاہ۔ دہن سے اشارہ ہے کلام اور طعام، دو چیزوں کی طرف۔ شرمگاہ سے اشارہ ہے جنسی داعیات کی طرف۔ یعنی کلام کا فاسد ہونا، روزی کا ناپاک ہونا اور جنسی جذبات کا بے راہ رو ہونا انسانوں کی عاقبت کو سب سے زیادہ برباد کرنے والا ہے۔ بیشتر جھگڑے، تصادم، زیادتیاں اور ظلم انہی خرابیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔(۷۹)

جاحظ کے مطابق آپ (ﷺ) کی لسانِ معجز بیان سے صادر ہونے والے بعض کلماتِ حکمت ایسے بھی ہیں جن کا آپ (ﷺ) سے پہلے عربی زبان میں کہیں وجود ہی نہیں تھا مگر بعد میں ضرب المثل بن کر کلامِ عرب کی زینت بن گئے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "ہم رسول اللہ ﷺ کے کلام میں سے کچھ ایسے اقوال ذکر کریں گے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی عرب نے کبھی نہیں بولے تھے۔ ان میں کوئی غیر عرب آپ ﷺ کا شریک نہ تھا۔ نہ تو ان اقوال کی کسی کی طرف نسبت کی گئی اور نہ ان کا کسی نے کبھی دعویٰ کیا ہے مگر اب یہ اقوالِ حکمت مستعمل ہیں اور ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ مثلاً:
>
> ☆"یَاخَیلَ اللّٰہِ ارْکَبِی" اے اللہ کے شہسوار دسوار ہو جاؤ۔
>
> ☆"مَاتَ حَتْفَ اَنفِہٖ" وہ اپنی ناک سے کھود کر مرا یعنی اپنی موت کا سامان خود کیا۔ اپنے پاؤں پر کلہاڑا خود مارا۔

☆"لَا تَنۡتَطِحُ فِيۡهِ عَنۡزَانِ" اس میں دو مینڈھے ایک دوسرے کو سینگ نہیں مارتے۔ یعنی اس بات میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

☆"اَلۡاٰنَ حَمِيَ الۡوَطِيۡسُ" اب تنور گرم ہوگیا ہے یعنی اب معرکہ کارزار گرم ہوگیا ہے۔

یہ محاورات سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی زبان سے ادا ہوئے مگر اب شعر ونثر میں زبان زد خلائق ہیں۔"(۸۰)

رافعی آنحضرت ﷺ کے جوامع الکلم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس عظیم ہستی کے کمال اور زبان پر فکر کے غلبہ کے نتیجے میں آپ ﷺ قلیل الکلام تھے۔ اس کلام کے الفاظ معتدل انداز میں ادا ہوتے تھے اور اپنے اندر معانی کی گہرائی لیے ہوتے تھے، دل یہ گمان کرتا ہے کہ مختصر سے جملے اور چند کلمات میں روحِ نبوت مجتمع ہوگئی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے کلام میں ایسے کلمات بکثرت ہیں جو عرب میں صرف آپ ﷺ نے ہی منفرد انداز میں بولے۔ آپ ﷺ کے جوامع الکلم بے شمار ہیں، پاکیزہ اسلوب ہے، نہ کوئی کمی، نہ کوئی مبالغہ، اس لیے آپ ﷺ کے کمالِ فصاحت و بلاغت کو پانے کا ارادہ کرنے والا عاجز رہا۔ اگر تھوڑا بہت کر بھی سکا مگر کسی کا تمام کلام ایسا نہ تھا کیونکہ اسلوب کا دھارا فطرت کی بنیاد پر ہوتا ہے جس میں ریاضت اور محنت کو دخل نہیں۔"(۸۱)

امام غزالیؒ نے رسول اللہ ﷺ کے جوامع الکلم کے بارے میں لکھا ہے:

"وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى کے مطابق آپ ﷺ کے یہ کلمات حکمت روح القدس کے توسط سے فیض ربانی تھا۔ ان کے الفاظ ہیں:

"آپ ﷺ تمام انسانوں میں سے زیادہ موجز و مختصر بات کرنے والے تھے۔ یہ فیض ربانی ان کے لیے جبریل امین لائے تھے۔ اختصار کے ساتھ آپ ﷺ جتنی جامع بات کرنا چاہتے تھے کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام جامع کلمات ہوتے تھے جن میں نہ فالتو بات ہوتی تھی نہ کسی قسم کی کمی ہوتی تھی۔"(۸۲)

☆☆☆

باب پنجم

حُسنِ کلامِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کسی انسان کی عظمت کا معیار محض اس کے افکار ونظریات کی ہمہ گیری، جامعیت اور فلاحِ انسانیت کے لیے ان کی افادیت ہی نہیں بلکہ اس کی سیرت وکردار، اس کی عادات واطوار اوراس کی رفتار وگفتار بھی اس کی عظمت جانچنے کا بہت بڑا ذریعہ ہوتی ہے، جب ہم آنحضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ اس نقطۂ نظر سے لیتے ہیں تو آپ ﷺ کی سیرتِ پاک کا ایک ایک پہلو آپ ﷺ کی عظمت وبلندی کی شہادت دیتا ہے۔ پوری سیر کمالِ انسانیت کا بہترین بلکہ ارفع ترین نمونہ نظر آتی ہے۔ **زاد المعاد** میں اُمّ معبدؓ کے حوالے سے حضور ﷺ کی ایک جامع لفظی تصویر یوں بیان کی گئی ہے:

> ''پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا نہ سر کے بال گرے ہوئے۔ زیبا، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلبستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ ودلفریب، قریب سے نہایت شیریں وکمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے معرا، تمام

گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہیِ نظر سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی۔ زیبندہ نہال کی تازہ شاخ، زیبندہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو۔''(۸۳)

آپ (ﷺ) کی عظمت و رفعت کا مقابلہ کوئی آسمان نہیں کرسکتا، وسعتِ علم میں آپ بحرِ ناپیدا کنار تھے، بقول امام بوصیریؒ ؎

کیف ترقٰی رقیتک الانبیاء

یا سماء ما طاولتها سماء

وسع العالمین علما وحلما

فهو بحر لم تعیه الاعیاء

ہمزیۃ البوصیری (المتوفی ۱۲۹۶ء)

(آپ ﷺ کی بلندی کو انبیاء کہاں پہنچ سکتے ہیں، اے وہ آسمان جس کا بلندی میں کوئی آسمان مقابلہ نہیں کرسکتا۔ سارے عالم کو آپ ﷺ نے اپنے علم و بردباری سے سیراب کردیا، آپ ﷺ ایک سمندر تھے جس کو کوئی وزنی سے وزنی شئے بھی عاجز نہیں کرسکتی)

حضور (ﷺ) کی جامعیتِ کبریٰ کے بارے میں معروف مستشرق لامارٹن (Lamartine) لکھتا ہے:

''عالمِ الٰہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، رسول (بانیِ مذہب)، آئین و قانون ساز (شارع)، سپہ سالار، فاتحِ اصول و نظریات، معقول، عقاید کو جلا بخشنے والے، بلا تصویر مذہب کے مبلغ، بیسیوں علاقائی سلطنتوں کے معمار، دینی و روحانی حکومت کے موسس، یہ ہیں محمد رسول اللہ (ﷺ) (جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمتیں ہیچ ہیں) اور انسانی عظمت کے

ہر پیمانے کو سامنے رکھ کر ہم پوچھ سکتے ہیں، ہے کوئی جوان سے زیادہ بڑا، ان سے بڑھ کر عظیم ہو؟''(۸۴)

تکلم اور گفتگو انسانی عظمت کو جانچنے کا ایک اہم معیار ہے۔ بقول نعیم صدیقی مرحوم:

''تکلم انسان کے ایمان، کردار اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اتار چڑھاؤ، لہجہ کا اسلوب اور بیان کا زور۔ یہ ساری چیزیں واضح کرتی ہیں کہ متکلم کس پائے کی شخصیت کا علمبردار ہے۔''(۸۵)

انسان کی قوتِ گویائی کا کمال اس میں ہے کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی پہنچائے جائیں۔ کلام کا یہ وصف بلاغت کے عناصرِ ترکیبی میں سے ایک اہم عنصر ہے اور جوامع الکلم کی تو بنیاد ہی اسی وصف یا عنصر پر ہے۔ فصاحت و بلاغت کی اس خوبی کو خود آپ ﷺ انسانیت کا زیور قرار دیتے تھے۔ آپ ﷺ کا ایک قول جاحظ، ابن قتیبہ، قدامہ بن جعفر اور دیگر متعدد علماء نے نقل کیا ہے:

''حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) حُسن و جمال کا دارومدار کس چیز پر ہے؟ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: زبان پر!''(۸۶)

حضرت عمار بن یاسرؓ کے حوالے سے یہ روایت ہے:

''اگر تم اپنی فاضل قوتِ گویائی اپنے کسی ایسے بھائی کی ترجمانی میں صرف کر دو جو اظہار و بیان پر قادر نہ ہو تو یہ بھی صدقہ ہے۔''(۸۷)

زبان ہی کے حوالے سے البیان کی جلد اول، ص ۱۹۴ پر ایک روایت درج ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی موجودگی میں گفتگو کی تو دورانِ گفتگو احمقانہ اور بے ہودہ باتیں کرتا چلا گیا، اس پر رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ''انسان کو زبان کی تیزی سے بڑھ کر کوئی بُری چیز نہیں دی گئی!''

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان پر بیشتر آفات زبان کی بدولت آتی ہیں حتیٰ کہ سب

سے بڑی آفت یعنی جہنم میں داخل ہونا بھی زبان درازی کا نتیجہ ہوگا۔ آپ (ﷺ) کا فرمان ہے:

> ''کیا انسانوں کو ناک کے بل جہنم میں گرانے والا عمل ان کی زبانوں کے نتائج کے سوا کوئی اور بھی ہوسکتا ہے۔''

''خیرا لکلام ماقلّ و دلّ'' یعنی بہترین کلام وہی ہے جو مختصر بھی ہو اور زوردار بھی۔ حُسنِ کلام کا سب سے بڑا وصف ایجاز وسلاست ہوتا ہے یعنی کم سے کم لفظوں میں بڑی سے بڑی بات کرنا۔ سلاست کا مطلب ہے تحریر یا گفتگو میں ایسے الفاظ لانا جو سمجھنے میں آسان اور معانی میں فصیح ہوں یعنی ان میں ابلاغ کی قوت زیادہ ہو۔ سلاست سادگیٔ اظہار سے جنم لیتی ہے چنانچہ آپ (ﷺ) کا کلام موزوں، ایجازِ سخن، حسنِ ترتیب، نظم بیاں اور خوش اسلوبی سے مزین ہے۔ آپ (ﷺ) کو زبان اور اسلوبِ بیان کے حصول کے لیے کوشش کرنا پڑی اور نہ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو عرب کے مختلف قبائل کی زبانوں اور ان کے مختلف لب ولہجوں پر ایسی قدرت عطا فرمادی تھی کہ یہ وصف منجملہ خصائص نبوت آپ ﷺ کی ایک خصوصیت بن گیا اور اس وصف میں بھی کوئی آپ ﷺ کا ثانی اور مثیل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے زیادہ فصیح اور شیریں بیان دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کے کلام کی توصیف میں آیا ہے: اَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً یعنی کلام میں سب لوگوں سے سچے، کیونکہ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک، مخارج سے کلام فرمانے میں جیسا کہ اس کا حق ہے، سب سے بڑھ کر راست، درست تر اور بہتر تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ''ضاد'' کو اس کے مخرج سے ادا کرنے میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔'' حرفِ ضاد، عرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کے سوا اہلِ عرب میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس حرف کو کما حقہ، ادا کر سکے۔ (۸۸)

آپ ﷺ کا کلام، آپ ﷺ کی بھرپور شخصیت، آپ ﷺ کے منصب جلیل، آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ، آپ ﷺ کے وہبی علم وفضل اور آپ ﷺ کے جلال و جمال کا آئینہ دار ہے۔ الفاظ ایسے مناسب وموزوں، فقرے ایسے جچے تلے، بیان ایسا مربوط ومکمل، مطلب ایسا واضح

وصاف اور انداز ایسا دلنشیں کہ دل میں اُتر تا چلا جاتا ہے اور جامعیت و معنویت اس پر مستزاد۔ آپ ﷺ کی گفتگو کا انداز بھی معتدل و متوازن تھا۔

آپ ﷺ کا واسطہ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ تھا ان میں مہذب و غیر مہذب، دانش مند و اجڈ، عاقل و گنوار، خواص و عوام اور امیر و غریب سب شامل تھے۔ آپ ﷺ ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتے، نہایت تحمل سے گفتگو فرماتے جو سادہ اور سہل ہوتی، جس میں حکمت و دانش، علم و حلم، پیغمبرانہ جلال و جمال، عظمت و شکوہِ رسالت، واضح طور پر نظر آتے۔ ایسا اندازِ گفتگو کہیں اور ملنا محال ہے۔

دین و دنیا کے بارے مختلف قسم کے استفسارات کرنے والوں میں ہر قسم کے افراد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان میں اجنبی، تاجر، مزدور، کسان، رؤسا، شاعر، خطیب، غرض ہر حیثیت کے لوگ شامل ہوتے۔ آپ ﷺ ہر شخص سے اس کے مقام و مرتبے کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آنے والے چاہے بدوی ہوتے یا حضری، آپ ﷺ ان کے لب و لہجہ کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آواز نہ اتنی بلند کہ گونج پیدا ہو اور نہ اتنی دھیمی کہ مخاطب سن ہی نہ سکے۔ فقرے ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے تاکہ مخاطبین ایک ایک لفظ سُن لیں اور اسے اپنے دل پر نقش کر لیں۔ آپ ﷺ دورانِ گفتگو اس قدر تحمل فرماتے کہ سوال کرنے والا پورے اطمینان سے اپنی بات کہہ لیتا۔ آپ ﷺ اس کی بات پوری توجہ، انہماک اور ہمدردی سے سماعت فرماتے اور جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا آپ ﷺ خاموش رہتے اور یہی انداز اپنی گفتگو میں بھی قائم رکھتے۔ سائل، آپ ﷺ کی بات سنتے ہی پوری طرح متوجہ ہو جاتا۔ ایجاز و اختصار اور جامعیت کو ملحوظِ خاطر رکھتے، اندازِ بیان دلنشین اور مسائل نہایت ہی سادہ زبان میں بیان فرماتے۔

پروفیسر فیض اللہ منصور اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کا کلام شیرینی، جامعیت اور خوبی کے لحاظ سے منفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کلام کا ایسا سلیقہ ودیعت فرمایا تھا کہ دل اس کو

سُن کر مسحور ہو جاتے، تسکین واطمینان کی نعمت سے بہرہ ور ہوتے، دماغوں کو ایک نئی روشنی ملتی جو شک وارتیاب کے کانٹوں کو نکال کر انھیں گلزارِ ہستی بنا دیتی۔"(۸۹)

گفتگو میں ٹھہراؤ بات کو مخاطب تک مؤثر طریقے سے پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ آپ ﷺ گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا بلکہ الفاظ ساتھ ساتھ گنے جا سکتے تھے جیسا کہ ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالے سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) دوسرے لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں بولتے تھے۔ بلکہ آپ (ﷺ) کا کلام تو بالکل واضح اور صاف ہوا کرتا تھا۔ مجلس میں آپ کی باتیں سننے والا آسانی سے انہیں حفظ کر سکتا تھا۔ حضرت اُمّ معبدؓ نے آپ (ﷺ) کے بلیغانہ اندازِ تکلم اور اسلوبِ خطابت کی مختصر مگر جامع الفاظ میں نہایت خوبصورت اور عمدہ تصویر پیش کی ہے:

"نہایت شیریں وکمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام الفاظ کی کمی وبیشی سے معرا۔ نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو۔ آپ (ﷺ) کا کلام معجز نظام تو موتی تھے جو لڑی میں پرو دیے گئے ہوں۔ آپ (ﷺ) کی آواز بلند وگرجدار تھی جس میں خوبصورت نغمگی پائی جاتی تھی۔"(۹۰)

بخاری کی روایت کے مطابق:

"عام گفتگو میں آپ (ﷺ) اپنی بات کو تین تین بار دہراتے تھے تاکہ آپ (ﷺ) کے الفاظ سننے والے کے ذہن نشین ہو جائیں حتیٰ کہ اگر کوئی آپ (ﷺ) کی گفتگو کے الفاظ گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ آپ (ﷺ) کا کلام ہمیشہ سادہ اور بے ساختہ ہوتا تھا جس میں ترتیب اور سلیقہ نمایاں ہوتا تھا۔"(۹۱)

شمائل ترمذی میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب کسی مجلس میں گفتگو فرما رہے ہوتے تو حاضرینِ مجلس اس طرح گردن جھکا کر خاموش بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ شمائل ترمذی میں ہی حضرت حسنؓ کے حوالے

سے ایک روایت ہے جس کے مطابق انہوں نے ہند بن ابی ہالہ سے رسول اللہ (ﷺ) کے اندازِ تکلم اور اسلوبِ بیان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ (ﷺ) رنج ومحن اور ہمیشہ فکر میں رہتے (متواصل الاحزان دائم الفکرہ) آرام نہیں فرماتے تھے۔ طویل مدت تک خاموش رہتے اور صرف ضرورت کے وقت بات کرتے تھے۔ بات کا آغاز کرتے یا بات ختم کرتے وقت ہی منہ کھولتے تھے۔ آپ (ﷺ) کا کلام جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا تھا جو واضح اور فیصلہ کن اسلوب کا رنگ لیے ہوئے ہوتا تھا جس میں نہ تو فالتو بات ہوتی اور نہ کسی کمی یا کوتاہی کا احساس ہوتا۔''(۹۲)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ''رحمت اللعالمین'' میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ بلاضرورت کبھی گفتگو نہ فرمایا کرتے۔ نہایت شیریں کلام اور کمال فصیح تھے۔ کلام میں آورد ذرا نہ تھی۔ گفتگو ایسی دلآویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل وروح پر قبضہ کر لیتی تھی۔ آنحضرت ﷺ کا یہ وصف ایسا مسلّمہ تھا کہ مخالف بھی اس کی شہادت دیتے تھے اور جاہل دشمن اسی کا نام سحر و جادو رکھا کرتے۔ سلسلہ سخن ایسا مرتب ہوتا تھا جس میں لفظاً ومعناً کوئی خلل نہ ہوتا تھا۔ الفاظ ایسی ترتیب سے ادا فرمایا کرتے کہ اگر سننے والا چاہے تو شمار کر سکتا تھا۔''(۹۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو نہ صرف حُسنِ کلام سے نوازا تھا بلکہ حسین الفاظ کی احسن ادائیگی کے لیے حَسین وجمیل آواز سے بھی نوازا جیسا کہ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے:

''آپ (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے حُسنِ صوت سے بھی نوازا تھا۔ آپ (ﷺ) جمیل الصوت بھی تھے اور جہیر الصوت بھی۔ یعنی خوش اور بلند آواز کے مالک تھے۔ حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (ﷺ) کو حُسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حُسن صوت کی نعمت سے بھی نوازا تھا اس لیے سامعین کو آپ (ﷺ) سے فاصلے پر بھی آپ (ﷺ) کی بات صاف سُنائی دیتی تھی اور آپ (ﷺ) کی بات کی شیرینی سے اہل ایمان کو

حلاوت بھی نصیب ہوتی تھی۔صحابہ کرامؓ ہمہ تن گوش ہو کر آپ (ﷺ) کے ارشادات سنتے رہتے تھے اور محویت کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔"(۹۴)

حضور ﷺ کے چمن زارِ تکلم میں ہمیشہ تبسم کی شبنم لمعانی دِکھائی دیتی تھی۔آپ ﷺ کو سنجیدگی اور پاکیزگی کی حدود سے نکل جانے والی گفتگو سخت ناپسند تھی۔آپ (ﷺ) کا یہ معمول تھا کہ آپ اندازِ کلام اور اسلوبِ خطابت میں ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے۔ حسبِ موقع اور بقدرِ ضرورت گفتگو فرماتے۔آپ ﷺ ہمیشہ تلقین فرمایا کرتے کہ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کیا کرو۔محمد حسین ہیکل ،حیاتِ محمد (ﷺ)" میں لکھتے ہیں کہ ذکاوت،فہم اور شرافتِ نفس بیش از بیش ہونے کی وجہ سے دوسروں کا دکھ درد توجہ سے سنتے۔اپنی کم گوئی کے باوجود لوگوں کی طویل در طویل کہانی پر دل میں میل نہ لاتے۔(۹۵)

آپ ﷺ کے مکالمات میں حکمت و موعظت ،حقائق کے اسرار و غوامض،ہدایت و استقامت،علم و عرفان اور عقل و فہم کے نادر جواہر،اس قدر کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ اس بحرِ زخار میں غواصی کرنے والے کو ہر قسم کی نعمتِ غیر مترقبہ مل جاتی ہے۔شکوک و شبہات کے کانٹے دور ہو جاتے ہیں۔تذبذب سے نجات ملتی ہے،عین الیقین اور حق الیقین جیسی منزل پر پہنچ کر سائل شرح صدر جیسی عظیم نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔(۹۶) جاحظ کہتے ہیں:

"کلامِ نبوی ﷺ ایک ایسا کلام ہے جس کے حروف کی تعداد تو قلیل ہے مگر اس کے معانی کی مقدار کثیر ہے۔یہ تصنع سے بلند تر اور تکلف سے منزہ ہے۔۔۔یہ ایک ایسا کلام ہے جس میں اللہ نے محبت کی رنگت نکھار دی ہے اور اسے شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے۔اس میں ہیبت کے ساتھ شیرینی و حلاوت اور حُسنِ افہام کے ساتھ قلتِ کلمات ایک ساتھ نظر آئے گی۔یہ کلام دوہرانے یا اعادہ کرنے سے مستغنی ہے۔اس کلام میں سے نہ تو کوئی لفظ ساقط نظر آتا ہے اور نہ اس میں خطیب کی کوئی لغزشِ پا نظر آتی ہے،نہ تو اس کی حجت باطل ہوئی ،نہ اس کے مقابلے میں کوئی دشمن ٹھہرا

اور نہ اسے کوئی خطیب لاجواب کر سکا بلکہ طویل خطبات مختصر جملوں سے برتری حاصل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کلام میں دشمن کو کسی ایسی بات سے لاجواب نہیں کیا جسے وہ جانتا نہ ہو۔ اس کی دلیل سراپا صدق ہے اور اس کی کامیابی کا راز صرف حق ہے اس میں نہ تو لطافتِ کلام سے دھوکہ دینے کی کوشش نظر آتی ہے اور نہ چالاکی کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس میں نہ تو کسی کی غائبانہ عیب جوئی پائی جاتی ہے نہ موجودگی میں کسی کی نکتہ چینی نظر آتی ہے۔ اس میں نہ تو سست روی ہے اور نہ جلد بازی، اس میں نہ اسہاب (اتنی باتیں کرنا کہ پلے کچھ نہ رہے) ہے اور نہ حصر (بالکل بات ہی نہ کر سکنا) ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کے علاوہ کوئی ایسا کلام کبھی نہیں سُنا جو اس قدر زیادہ نفع بخش، لفظی لحاظ سے اس قدر معتدل، توازن میں اس قدر کامل اور روش کے لحاظ سے اس قدر حسین وجمیل، مقاصد کے لحاظ سے اتنا محترم، اثر میں اتنا خوب صورت، ادائیگی میں اس قدر آسان، معنی کو اس قدر کھول کر بیان کرتا ہو اور جس میں مدعا اس قدر واضح کیا گیا ہو۔'' (۹۷)

آپ ﷺ کا کلام مقتضائے حال کے عین مطابق ہوتا، اختصار کے موقع پر اختصار اور بسط و تفصیل کے وقت بسط و تفصیل۔ کلام میں کوئی لفظ زائد ہوتا نہ کوئی کم! لفظی لطافت کا یہ عالم کہ کوئی ناشائستہ لفظ بیان میں کبھی دخل نہ پا سکا اور نہ لسانی لغزش کا امکان۔ معنویت کے اعتبار سے اس میں ایسی رفعت و بلندی کہ روح وجد میں آ جائے۔ دل نشینی اور اثر آفرینی کا یہ عالم کہ کفار جب آپ ﷺ کا کلام سنتے تو کلام کی اثر آفرینی اور دل نشینی ان کی کایا پلٹ دیتی تھی۔ اسلوبِ بیان کی دل کشی کا یہ عالم تھا کہ الفاظِ مقدسہ دل میں اترتے چلے جاتے تھے۔ بدویت کے ماحول میں پرورش پانے والوں کے سامنے جب آپ ﷺ اسلام پیش فرماتے اور دین کے اغراض و مقاصد سے ان کو آگاہ فرماتے تو ان بلند مطالب کو ذہن نشین کرانے کے لیے ان کے ماحول سے مناسبت رکھنے والی تمثیلات و تشبیہات آپ ﷺ استعمال فرماتے جبھی تو کفارِ مکہ کا جب آپ ﷺ سے سامنا ہوتا یا وہ آپ (ﷺ) کا کلام زبانی کسی کو سناتے ہوئے

پاتے تو کانوں میں انگلیاں دے لیتے ان کو ڈر رہوتا کہ محمد ﷺ کا کلام اگر سن لیا تو پھر یقیناً آبائی دین کو ترک کرنا پڑے گا۔

آپ ﷺ کا کلام صرف ان مضامین و معانی کا حامل ہوتا تھا جو انتہائی عاقلانہ، حکیمانہ اور الہاماتِ نبوت اور وحیِ الٰہی سے ماخوذ ہوتے تھے اور ان خوبیوں پر مستزاد آپ کا دل نشین اور ایسا موثر اندازِ بیان جہاں تک دوسروں کی رسائی ناممکن! آپ کے کلام و بیان کے یہ تمام محاسن کسبی نہیں بلکہ وہبی اور توفیقی تھے جب ہی تو کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملا اور نہ کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکا کہ ایک اُمّی اور ایسے حکیمانہ اور بلیغانہ ارشادات!۔ ایسے محکم براہین اور ایسا زبردست استدلال کہ فصیحانِ عرب اور سردارانِ قریش اپنی اجتماعی کوششوں سے بھی اس استدلال کا بُطلان نہ کر سکے، کسی کے سامنے زانوئے ادب نہ تہ کرنے والا ایسا دانشور اور زبان دان کہ جزیرہ نما عرب کے تمام قبائل کے اسالیبِ بیان پر قادر، ان کے روزمرہ سے آگاہ اور محاورات سے واقف، ایسا فصیح و بلیغ کہ فصیحانِ عرب کی زبانیں اس کے حضور میں گنگ و لال!! زبان دانی کے یہ تمام کمالات آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات میں ایک معجزہ بن کر نمایاں ہوئے تھے اور اس موہبت عظمٰی کی عطا کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منتخب فرما لیا تھا۔[۹۸] جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: سَنُقْرِءُ کَ فَلَا تَنْسیٰ (۸۷:۶) ہم تجھے پڑھائیں گے کہ پھر تو نہ بھولے گا:

قرآں نے کھولا آیۂ مَا یَنْطِقُ سے راز
اللہ کا کلام ہے ارشادِ حضورؐ
اُمّی لقب ہیں عالم مَا کَانَ مَا یکُون
پروردگار خود ہوا استادِ آنحضورؐ

(راجا رشید محمود)

الشیخ محمد عبدہ، کے بقول ناخواندہ ہونے کے باوصف اُن کی فصاحت، ان کی دانائی اور اُن کی طاقت ایک نہایت روشن معجزہ ہے جو ان کی رسالت کا ثبوت ہے۔[۹۹]

مستشرقین جو اسلامی تاریخ کو دقیق ناقدانہ نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں ان تمام

میں صرف ''میور'' ہی ہے جس نے دیگر درفطنیوں کے ساتھ ساتھ مرجیلوٹ کے حوالے سے ایک یہ بھی ہانک دی کہ عرب کے بدّو علم بلاغۃ اور زبان دانی کا فن سیکھنے میں غیر معمولی اہتمام کرتے تھے اس لیے یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ حضور (ﷺ) نے بھی اس فن میں مہارت حاصل کر لی ہو اور اس سلسلہ سے غیر معمولی مقام حاصل ہو گیا ہو۔[100]

ڈاکٹر مُصطفےٰ سباعی مرحوم کے مطابق عربوں میں کبھی بھی یہ دستور نہیں رہا کہ وہ بلاغت کے فن کو سیکھیں اور نہ ان کے لیے اس قسم کے وسائل اور مراکز تھے جہاں اس کے قواعد وضع کیے جاتے، پھر بھی یہ ثابت نہیں کہ حضور (ﷺ) نے نبوت سے پہلے کبھی ایسا کیا ہو نہ ہمارے سامنے ایسی کوئی دلیل ہے جس سے رسول (ﷺ) کی تعلیم کا سراغ لگ جائے بلکہ کسی بھی تاریخ کی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کے نزول سے پہلے آپ (ﷺ) نے کبھی شعر و نثر کا کوئی حصہ نقل کیا ہو۔[101]

فرانسیسی مسلمان مستشرق ناصر الدین الدینیز نے سچ کہا تھا کہ مستشرقین نے سیرتِ محمد (ﷺ) اور ظہورِ اسلام کی تاریخ کو اپنے مزاجی، عقلی اور خودفہمی کے معیار پر جانچنے کی کوشش کی۔ ہمارے یہ مستشرقین بھول جاتے ہیں کہ ان کی عقل و فراست اور مشرق کی حکمت و بالغ نظری کے درمیان طویل فاصلے ہیں۔[102] مستشرقین کی اکثریت رسول اللہ ﷺ کے اُمی ہونے کا اعتراف یوں کرتی ہے:

کارلائل اپنی کتاب The Hero as Prophet میں لکھتا ہے:

> ''یہ حقیقت ہے کہ محمد (ﷺ) پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔''

ویل ڈیورنٹ اپنی کتاب ''تہذیب و تمدن کی کہانی'' میں لکھتا ہے:

> ''ہمارے علم میں یہ بات نہیں کہ محمد (ﷺ) نے اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی ہو۔ اس کے باوجود عربی کی معروف ترین اور مشہور ترین کتاب آپ (ﷺ) کی زبان پر جاری ہوئی اور اکثر متعلمین کی بہ نسبت آپ (ﷺ) حقائق و دقائقِ اشیاء کا علم زیادہ رکھتے تھے۔''

جان دیون پورٹ اپنی کتاب Apology میں رقم طراز ہے:

''معروف علمی وتہذیبی دنیا بالا جماع اس بات کی معتقد ہے کہ محمد (ﷺ) نے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔''

کونستان ورژیل گیورگیو اپنی کتاب ''محمد (ﷺ)!۔۔۔'' میں لکھتا ہے:

''اگر چہ آنحضرت (ﷺ) ان پڑھ تھے لیکن ان پر نازل شدہ ابتدائی آیات میں ہمیں قلم اور علم یعنی کتابت وتکتیب اور تعلیم وتعلم کا تذکرہ ملتا ہے۔ دنیا کے اَدیانِ کبریٰ میں سے کسی دین نے بھی علم ومعرفت کی تحصیل میں وہ مقام پایا ہو جو دینِ اسلام کو حاصل ہے۔۔۔آپ (ﷺ) اُمّی تھے اور آپ (ﷺ) نے کسی معلم سے اکتسابِ علم نہیں کیا تھا۔ میں اپنی طرف سے مسلمانوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ابتداً ہی سے اس ارفع واعلیٰ مقام کی معرفت حاصل کر لی۔''(۱۰۳)

تعلیم جبریلِ امیں تھی برائے نام
حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے (امیر مینائی)

اُمّی نکتہ داں کی حکمت سے
حل ہوئے سب مسائلِ جمہور (حفیظ تائب)

حضور رسالت مآب ﷺ اُمّی تھے مگر بحر العلوم تھے، مدینۃ العلم تھے، علم لدنی انہیں حاصل تھا، حکمت ودانش کے جو لولوئے آبدار انہوں نے اہلِ عالم پر برسائے اُن کی درخشانی اور تابانی سے اہلِ دانش کی آنکھیں آج تک خیرہ ہیں:

اک اُمّی کہ ہے مدینہ علم
صاحبِ رشد و حاملِ الہام
ایک معیارِ علم وفن جس نے
کیے تعمیر فکر کے اہرام
(عبدالعزیز خالد)

گلدستۂ فصاحت

آپ (ﷺ) کا کلام بے حد متنوع تھا۔ انسانیت کی رہنمائی کے لیے آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر گفتگو فرمائی۔ آپ ﷺ نے اپنے اعزہ واقارب، غلاموں اور موالیوں، احباب و متعلقین سے کلام کیا، مختلف النوع سوالات کے جوابات بھی دیے اور مسائل حل کیے۔ مختلف اجتماعات ومجالس میں لوگوں سے خطاب فرمایا۔ وعظ ونصیحت اور تزکیۂ نفس کی محفلوں میں لوگوں کی روحانی تربیت فرمائی اور متعدد مواقع پر تقاریر وخطبات ارشاد فرمانے کے علاوہ آپ ﷺ کی طرف سے احکامات، معاہدات اور مکاتیب بھی جاری ہوئے۔ ان تمام مواقع پر آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں سے بیشتر ہم تک محفوظ صورت میں پہنچ گیا ہے اور ہر قسم اور ہر موقع کی کوئی نہ کوئی بات کتبِ حدیث وسیر میں بطور مثال مل جاتی ہے۔

پُر حکمت تمثیلات

تشبیہات اور تمثیلات بات کو مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان سے بات میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور مخاطب کو بات زیادہ آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔ آپ ﷺ مدعا کی وضاحت میں تشبیہات وتمثیلات کا بھی سہارا لیتے تھے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے

اچھے دوست اور ہم نشین کو مشک والے اور بُرے ساتھی کو بھٹی جھونکنے والے سے تشبیہ دے کر نیک اور صالح لوگوں کی صحبت وہم نشینی کی ترغیب دی۔ حُسنِ تمثیل کی بے شمار زرّیں مثالیں آپ ﷺ کے کلام میں محفوظ ہیں جن کی مدد سے بڑے بڑے حقائق آپ ﷺ نے بدوؤں کے ذہن نشین کرا دیئے، مثلاً:

> ''مجھے خدا نے ہدایت اور علم کا جو کچھ سرمایا دے کر اُٹھایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر موسلا دھار بارش ہو، پھر اس زمین کا جو ٹکڑا بہت ہی زرخیز ہے اس نے پانی کو پوری طرح جذب کیا اور مرجھایا ہوا سبزہ اس سے تر و تازہ ہو گیا اور نئی بُوٹیاں کثرت سے اُگ آئیں، پھر زمین کا کچھ سخت حصہ ایسا بھی تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جمع کر رکھا اور اللہ نے اسے لوگوں کے لیے مفید بنایا انہوں نے اس کو پیا پلایا اور کھیتوں کو اس سے سیراب کیا پھر یہ پانی ایک اور قطعہ پر برسا جو چٹیل میدان تھا اور نہ اس نے پانی جمع کر کے رکھا، نہ جذب کر کے روئیدگی دکھائی۔ پس اس میں ایک مثال تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے علمِ دین میں سوجھ بوجھ پیدا کی اور جو کچھ مجھے ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ نے اُٹھایا ہے اس سے اسے فائدہ پہنچا۔ اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ دوسری مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو سُن کر سر نہیں اُٹھایا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ذریعے بھیجی گئی۔'' (۱۰۴)

حُسنِ امثال

❀ساقی القوم آخرھم شربا''

کسی قوم کا ساقی خود سب سے آخر میں پیتا ہے۔

❀ان احدکم مراۃ اخیہ فان رای بہ اذیً فلیمطہ عنہ. (ترمذی)

تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے تو اگر اس میں گندگی دیکھے تو اسے دُور کر دینا چاہیے۔

❀اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْ

لوگ سونے چاندی کی کانوں کی مانند کانیں ہیں۔ جو لوگ ان میں زمانۂ جاہلیت میں بہتر

تھے جب انہوں نے اسلام کو سمجھ لیا تو وہی اسلام میں بھی بہتر ٹھہرے۔

ﷺ اَصۡحَابِی کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّهِمۡ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِهۡدَیۡتُمۡ.

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے

ﷺ اَهۡلُ بَیۡتِی کَسَفِیۡنَةِ نُوۡحٍ مَنۡ رَکِبَ فِیۡهَا نَجَا وَ مَنۡ تَخَلَّفَ عَنۡهَا هَلَکَ

میرے اہلِ بیت کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ پار ہو گیا جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

ﷺ ا تَجۡعَلُوۡنِیۡ کَقَدۡحِ الرَّاکِبِ.

مجھے سوار کے پیالے کی سی حیثیت مت دو۔

(یعنی جس طرح ایک شتر سوار اپنا پیالہ لجاوے کے پیچھے باندھتا ہے اسی طرح میرا ذکر آخر میں نہ کرو کیونکہ اس سے تمہاری بے رُخی اور بے اعتنائی کا اظہار ہوتا ہے جو خلافِ ایمان ہے)

ﷺ مَثَلُ الۡجَالِسِ الصَّالِحِ مَا الۡعَطَّارِ، اِنۡ اَصَابَکَ مِنۡ طِیۡبِهٖ وَاِنَا اَصَابَکَ مِنۡ رِیۡحِهٖ وَمَثَلُ الۡجَلِیۡسِ الۡسُّوۡءِ کَمَثَلِ کِیۡرِ الۡحَدَّادِ، اِنۡ اَصَابَکَ مِن لَهَبِلع وَاِلَّا اَصَابَکَ مِنۡ شَرَرِهٖ.

نیکوکار ہم نشین کی مثال ایسی جیسے عطّار، کہ اگر تمہیں اس کی خوشبو سے کچھ مل جائے تو بہت خوب، ورنہ اس کی مہک تو آئے گی اور بُرے ہم نشین کی مثال بھٹی کی سی ہے کہ اگر اس کی آگ کی لپٹ میں آئے تو جھلسا دے ورنہ اس کی چنگاریاں تو تم پر پڑیں گی۔

ﷺ مَثَلُ اَبِیۡ بَکۡرٍ کَمَثَلِ الۡغَیۡثِ اَیۡنَمَا حَلَّ نَفَعَ.

ابو بکرؓ کی مثال بادل کی سی ہے کہ جہاں برستا ہے نفع پہنچاتا ہے۔

ﷺ اَعۡمَالُکُمۡ عُمَّالُکُمۡ، کَمَا تَکُوۡنُوۡنَ یُوَلّٰی عَلَیۡکُمۡ.

تمہارے اعمال ہی تمہارے حکمران ہیں جیسے تم ہو گے ویسے ہی والی تم پر مسلط کر دیے جائیں گے۔

ﷺ اُمَّتِیۡ کَالۡغَیۡثِ لَا یَعۡلَمُ اَوَّلُهٗ خَیۡرٌ اَمۡ اٰخِرُهٗ.

میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے جس کے بارے میں یہ علم نہیں ہوتا کہ اس کا ابتدائی حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔

لَوْ تَوَكَّلتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ التَّوَكُّلِ لَخَذَاكُمْ كَمَا يَغْذِى الطَّيْرَ، تَغدُو خُمَاصاً وَتَعُوْدُ وَتَرُوْحُ بِطَّاناً.

اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں بھی اسی طرح روزی دے جس طرح وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ باہر جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

اَلشِتَاءُ رَبِيْعُ الْمُوْمِنِ، قَصُرَ نَهَارُهُ فَصَامَهُ وَطَالَ لَيْلُهُ فَقَامَهُ.

موسم سرما مومن کے لیے بہار کی مانند ہے۔ اس کا دن چھوٹا ہوتا ہے تو وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات لمبی ہوتی ہے تو وہ قیام اللیل میں گزارتا ہے۔

عِلْمٌ لاَ يُنْتَفَعُ بِهِ كَكَنْزٍ لاَيُنْفَقُ مِنهُ.

وہ علم جس سے کوئی نفع نہ ہو اس کی مثال اس خزانے کی ہے جس میں سے کچھ خرچ نہ کیا جائے

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَانَّکَ غَرِيْبٌ، اَوْعَا بِرُسَبِيْلٍ.

تم دنیا میں اس طرح رہو جیسے تم پردیسی ہو یا راہ چلنے والے مسافر ہو۔

اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لاَ يَمْلِکُ كَلاَبِسِ ثَوْبَىْ زُوْرٍ.

جو شخص اپنی تونگری (یا عبادت گزاری یا علم) اس چیز سے ظاہر کرے جس کا وہ مالک نہیں ہے (یا جو اس میں موجود نہیں ہے) اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو جھوٹ اور فریب کے دو کپڑے پہنے ہوئے ہو۔

اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ.

کوئی چیز تحفہ دے کر واپس لینے والا ایسا ہے جیسے قے کر کے پھر اس کو چاٹ لینے والا۔

نِعْمَ الْحِصْنُ الْقَبْرُ.

قبر ایک اچھا قلعہ ہے۔

اِيَّاكُم وَخَضْرَاءَ الدِّمَنِ.

میں تم کو گھوڑے کی سبزی سے ڈراتا ہوں۔ (یعنی خوبصورت لیکن بدسیرت عورت سے)

اِنَّ قَوماً رَكِبُوا سَفِينَةً فِى البحر فاقتسموا فصار بكُلِّ رجلٍ موضعٌ فنقر رجل موضعه

بفأس فقالو إما تصنع؟ قال هو مكاني أصنع به ما شئت فإن أُخذوا عليه يده نجار نجو، وإن تركوه هلكَ وهلكو!. (البیان، جلد۲، ص۲۵)

کچھ لوگ ایک کشتی میں سمندری سفر پر روانہ ہوئے، سب نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی اور (تقسیم کرلیا، ہر ایک کے لیے ایک ایک جگہ ہوگئی) ایک شخص نے کلہاڑے سے اپنی جگہ سوراخ کرنا شروع کیا تو لوگوں نے کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟ بولا! یہ تو میری جگہ ہے جو چاہوں کروں! اگر تو لوگوں نے اسے روک لیا تو وہ بھی بچ جائے گا اور لوگ بھی اور اگر اسے نہ روکا گیا تو وہ بھی ہلاک ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی۔

ﷺ اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِیْنَ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تُعَارِفُ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تُنَاکِرُ مِنْهَا اخْتَلَفَ.

اہلِ ایمان کی ارواح اکٹھے لشکروں کی مانند ہیں جو ان سے جان پہچان کر لیتا ہے وہ ان سے مل جاتا ہے اور جو ان سے جان پہچان نہ کرے وہ ان سے جدا ہو جاتا ہے۔ (یعنی جو رُوحیں تخلیق کے وقت ایک دوسری سے جان پہچان رکھتی تھیں وہی دنیا میں ایک دوسرے سے مل گئیں اور جو اس وقت ایک دوسرے سے انجان تھیں وہ دنیا میں بھی ایک دوسرے سے متحد نہ ہو سکیں)

ﷺ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ.

انسان کے جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار سُن لو! اور وہ ''دل'' ہے۔

ﷺ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.

تم حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو بھسم کر دیتی ہے

ﷺ الناس کلهم سِواء کأسنان المُشط.

سب لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں۔

ﷺ المومن هَیِّنٌ لَیِّنٌ کالجملا لالفِ إن قُیِّدَ انقادَ وإنْ انیسخ علی صخرة اِستناخ.
(النوری، جلد۳، ص۳)

مومن دھیما اور نرم مزاج ہوتا ہے، وہ ایک خوددار اونٹ کی طرح ہے کہ اگر اسے باندھ دیا جائے تو مطیع ہو جاتا ہے اور اگر چٹان پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے۔

مَثَلُ المومِنُ کالنحدۃلاتاکُلُ اِلَاطَیِّباً و لا تُطعِمُ اِلّا طَیِّباً. (النوری، جلد۳،ص۳)

مومن کی مثال شہد کی مکھی کی سی ہے، جو پاکیزہ کھاتی ہے اور شہد کی شکل میں پاکیزہ کھلاتی ہے

المرأۃُ کالضِّلعُ العوجاء اِن قوَّمْتَھَا کَسَرتَھاواِن دَارَیتَھااِستمنعْتَ بِھا.

(النوری، جلد۳،ص۳)

عورت کی مثال ٹیڑھی پسلی کی سی ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے، تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس کی دلداری کرو گے تو اس سے فائدہ اُٹھاؤ گے۔

ضَرَب اللّٰہ مَثَلاً صراطاًمستقیماً، وَعَلٰی جنبی الصراطِ سوران وَابوابٌ مُفَتَّحَۃٌ وَعلیالابـوابِ ستُورٌمُرخِیَۃٌ وعلٰی رَأسِ الصِّراطِ داعٍ یقولُ:اُدْخُلُوا الصراطَ ولا تـعوجوا، فالصراطُ الاسلامُ والسورانُحدودااللّٰہِ والابوابُ المُفحۃ مَحارِمُ اللّٰہِ والدَّاعِیُ القرآن. (العقد، جلد۳،ص۳)

اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان کی ہے جس کے دونوں جانب دو دیواریں اور کھلے دروازے ہیں، دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں، راستے کے سرے پر ایک داعی بُلا رہا ہے کہ صراط پر چلو ٹیڑھے مت چلو، راستہ تو ہے اسلام، دیواریں اللہ کی حدود ہیں، کُھلے دروازے اللہ کی حرام کردہ اشیاء ہیں اور داعی قرآن ہے۔

اَلنَّاسُ کالاِبِل المائۃِ لا تجد فیھا راحلۃ. (البیان، جلد۲،ص۲۰)

لوگ تو سو اونٹوں کے گلے کی مانند ہیں۔ ان میں سواری کا اونٹ تجھے نہیں ملے گا۔

(یعنی اتنی بڑی تعداد میں کام کا آدمی کم ہی نکلے گا)

ضرب الامثال

اِیَّاکُمْ وخَضْرَاءَ الدِّمَنِ.

تم کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر اُگے ہوئے سبزے سے بچو۔

(مراد یہ ہے کہ انسانی زندگی کی ایسی ظاہری خوشنمائی اور چکا چوند سے بچنا چاہیے جس کی تہہ میں فکرونظر اور اخلاق کی گندگی اور عفونت ہو)

ﷺ كُلُّ الصَّيْدِ فِيْ جَوْفِ الْفَرَا.

سب شکار جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہیں۔

(جب کسی شخص کی بہت سی حاجتیں اور ضرورتیں ہوں اور ان میں سب سے بڑی حاجت پوری ہو جائے تو اس کے بارے میں آنحضورﷺ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے یعنی ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں)

ﷺ لَا يَنْتَطِحُ فِيْهَا عَنْزَانِ.

اس میں دو بکریوں کی کوئی لڑائی نہیں ہے (یعنی اس معاملے میں کسی کو مجالِ اختلاف نہیں ہے)

ﷺ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَاءٍ.

نیچے لڑائی کا دھواں سلگ رہا ہے اور اوپر صلح کی اوس۔

ﷺ اِنَّ الْمُنْبَتَ لَا اَرْضاً قَطَعَ وَلَا ظَهْرًا اَبْقٰى.

سبزے نے نہ کوئی زمین چھوڑی ہے اور نہ کوئی سطح مرتفع باقی رہنے دی۔

ﷺ اَلْاٰنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ.

اب تنور بھڑکا ہے۔ (یعنی معرکہ کارزار اب گرم ہے)

ﷺ اَلْاِيْمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ.

ایمان نے فتک کو روک دیا ہے۔ (یعنی کسی کو غفلت اور بے خبری کی حالت میں بیٹھے ہوئے یا سوتے ہوئے مار ڈالنے سے روک دیا ہے)

ﷺ مِنٰى مُنَاخُ مَنْ سَبَقَ.

منیٰ اس شخص کی جائے قیام ہے جو وہاں پہلے پہنچے۔

(یعنی اگر کوئی شخص وہاں پہلے آئے تو دوسروں کو اسے وہاں سے ہٹانا جائز نہیں ہے)

ﷺ رِفْقاً بِالْقَوَارِيْرِ.

آبگینوں کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔ (یعنی عورتوں سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آؤ)

اعْقِلْ وَتَوَكَّلْ.

پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر (اللہ پر) توکل کرو۔

النّاسُ ینامُ وَاِذا ماتُو اِانتبھُوا.

لوگ سو رہے ہیں، مرنے پر ہی جاگیں گے۔

جواھرِ حکمت

اَلدُّعَاءُ سِلاَحُ الْاَ نْبِیاَءِ.

دُعا انبیاء کا ہتھیار ہے۔

زُرغباً تَزْدَادُحُبّاً.

کبھی کبھار ملنے جاؤ محبت میں اضافہ ہوگا۔

لاَ ضَرَرَوَلاَ ضِرارَ.

نہ کسی کو نقصان پہنچانا روا ہے نہ کسی کو انتقام کی خاطر تکلیف دینا روا ہے۔

اَلنَّصرُ مَعَ الصَّبرِ.

کامیابی صبر کے ساتھ وابستہ ہے۔

اَلْمَرْءُ بِالْقَرِیْنِ.

انسان دوست سے پہچانا جاتا ہے۔

مَنْ جَدَّ وَجَدَ.

جس نے کوشش کی وہ کامیاب ہوا۔

مَنْ ضَحِکَ ضُحِکَ.

جو دوسروں پر ہنستا ہے دنیا اس پر ہنسے گی۔

اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

لڑائی چالوں سے لڑی جاتی ہے۔

اَلْحَیاءُ مِنَ الْاِیْمَانَ.

حیا ایمان میں سے ہے۔

اَلصَّبرُ مِفتَاحُ الفَرَج.

صبر راحت وفراخی کی کلید ہے۔

اَلمَجَالِسُ بِالاَمَانَتِ.

مجلسیں امانت (رازداری) سے قائم ہیں۔

حُسنُ الخُلقِ حُسنُ العِبَادَةِ.

اچھا خُلق بہترین عبادت ہے۔

اَلطِّیَرَةُ شِرکٌ

شگون لینا شرک ہے۔

اَلصُّمتُ اَرفَعُ العِبَادَةِ.

خاموشی سب سے اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔

اَمِنَکَ مَن عَتَبَکَ.

جس نے تم پر عتاب کیا تم اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

اِملِکْ یَدَکَ.

اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھو۔ (یعنی کسی پر زیادتی نہ کرو)

اِملِکْ عَلَیکَ لِسَانَکَ.

اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔

اِجتَنِبِ الغَضَبَ.

غصہ سے اجتناب کرو۔

کَفٰی بِالسَّلاَمَةِ دَاءً.

سلامت رہ جانا ہی بڑی بہادری ہے۔

لَیسَ العَمیٰ عَمَی البَصَرِ، العَمیٰ عَمَی القَلبِ اَدِالبَصِیرَة.

اندھاپن آنکھوں کا اندھا ہونا نہیں ہے بلکہ دل کا اندھا ہونا یا بصیرت سے محروم ہونا ہے۔

ﷺ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا.

بے شک بیان (خطابت) میں جادو ہے۔

ﷺ اَلشَّیْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ وَھُوَ مَعَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ.

شیطان اکیلے انسان کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے وہ دور رہتا ہے۔

ﷺ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَکَارِہِ. وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ.

جنت تکلیفوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ کے گرد خواہشاتِ نفسانی ہیں۔

ﷺ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ.

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ﷺ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی اَنْفُسِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ.

مومن وہ ہے جس کے شر سے لوگوں کی جانیں اور مال امن میں رہیں۔

ﷺ اَلْھَدِیَّةُ تَسُلُّ السَّخِیْمَةَ.

ہدیہ بُغض وعناد کو دور کر دیتا ہے۔

ﷺ اَلْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْهُ.

مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

ﷺ اَلْحِکْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا.

دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ وہ جہاں اسے پائے وہی اسے لینے کا زیادہ حق دار ہے۔

ﷺ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ.

اللہ جس سے بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

ﷺ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

بہادر وہ نہیں جو پچھاڑ دے بلا شک بہادر وہ ہے جو غُصّے کی حالت میں اپنے نفس پر قابو رکھے

ﷺ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ.

لوگ اپنے حاکموں کی طرزِ زندگی پر ہوتے ہیں۔

ﷺ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلیٰ حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا وَبُغضِ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْهَا .

دِلوں میں اس شخص کی محبت ڈال دی گئی جوان پر احسان کرے اور اس شخص کے خلاف بُغض وعناد ڈال دیا گیا جوان سے بُرا سلوک کرے۔

ﷺ اَلْمَرْءُ عَلیٰ دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُ کُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

آدمی اپنے دوست کے دین پر چلتا ہے لہٰذا تمہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ تم کسے اپنا دوست بناؤ۔

ﷺ اَلْمُسْتَشِیْرُ مُعَانٌ دَاَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ. (ترمذی)

مشورہ طلب کرنے والے کو مدد دی جاتی ہے اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔

ﷺ ماهَلَکَ امْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَه.

جس نے اپنی قدر پہچانی وہ ہلاک نہیں ہوا۔

ﷺ اِیَّاکَ وَمَایُعْتَذَرُمِنْهُ

تم اس بات سے بچو جس سے عذر خواہی کرنی پڑے۔

ﷺ اُطْلُبُو الْخَیْرَعِنْدَصَبَاحِ الْوُجُوْهِ

بھلائی (مال) اس وقت مانگو جب چہرے ہشاش بشاش ہوں۔

ﷺ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَاخُلِقَ لَه.

جو کچھ کسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔

ﷺ اَلْحُمّٰی رَائِدُالْمَوْتِ.

بُخار موت کا پیش خیمہ ہے۔ (یعنی بخار آئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ موت قریب ہے)

ﷺ اِیَّاکُمْ وَالشَّبْعَةُ فَاِنَّه، مُسْقِمَةٌ وَاجْتَنِبُو الْجُوْعَ اِنَّه، مُهْرِمَةٌ.

تم پیٹ بھر کر کھانے سے بچو کیونکہ خوب پیٹ بھر کر کھانا آدمی کو بیمار کر دیتا ہے۔ تم بھوک سے بھی بچو کیونکہ یہ بُڑھاپا لاتی ہے۔

ﷺ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَه، دَوَاءً، عَرَفَه، مَنْ عَرَفَه، وَجَهِلَه، مَنْ جَهِلَهَا اِلَّا السَّامَ .

اللہ تعالیٰ نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کے ساتھ اس کی دوا بھی پیدا کی ہے۔ جو اسے جانتا

ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا سو نہیں جانتا، لیکن موت کا علاج کوئی نہیں ہے۔

ﷺ اَلْحِمْیَۃُ رَأسُ الدَّوَاءِ وَالْمَعِدَۃُ بَیْتُ الدَّاءِ.

پرہیز بہترین علاج ہے اور معدہ بیماری کا گھر ہے یعنی اُم الامراض ہے۔

ﷺ دَاوُوْا اَمْرَضَاکُمْ بالصَّدَقَۃِ .

اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو۔

ﷺ دَعْ مَا یرِیْبُکَ اِلٰی مالاَ یرِیْبُکَ.

تم اس چیز کو چھوڑ دو جو تمھیں شک میں ڈالے۔اس چیز کی خاطر جو تمھیں شک میں نہ ڈالے

ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی.

بلاشبہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

ﷺ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہ، مَالاَ یَعْنِیْہِ.

آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ چیز چھوڑ دے جس کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

ﷺ حُبُّکَ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ.

کسی چیز کے بارے میں تمہاری محبت تمہیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔(یعنی اس طرح تمہارے اندر تعصب پیدا ہو جاتا ہے اور تم دوسروں کی خوبیوں سے آنکھیں اور کان بند کر لیتے ہو)

ﷺ اِنَّ الْبَیِّنَۃَ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنَ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ.

ثبوت مہیا کرنا مدعی کے ذمے ہے اور قسم اس پر ہے جو الزام سے انکار کر دے۔

ﷺ اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰہ وَازْھَدْ فِیْمَا اَیْدِی النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ

تُم دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کر لو لوگ تم سے پیار کرنے لگیں گے۔

ﷺ رَأسُ الْحِکْمَۃِ مَخَافَۃُ اللّٰہ.

دانائی کا سرچشمہ اللہ کا ڈر ہے۔

ﷺ اَلْخَیْرُ کَثِیْرٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُه۔

بھلائی اور نیکی تو بہت زیادہ ہے لیکن اس کے کرنے والے تھوڑے ہیں۔

ﷺ اِیَّاکُمْ وَمشارَّةَالنَّاسِ فَاِنَّھَا تُمِیْتُ الْغرَّةَ وَتُحْیِ الْعَرَّةَ ۔

تم لوگوں کے ساتھ بُرائی کرنے سے بچو کیونکہ ایسا کرنا نیکیوں کو برباد کرتا ہے اور بُرائی کو نمایاں کرتا ہے۔ (یعنی لوگ ایسے شخص کی خوبیوں کو توچھپا دیتے ہیں اور عیب لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دیتے ہیں)

ﷺ ثَلاثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلاثٌ مُھْلِکَاتٌ.فَاِمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَخَشْیَةُ اللّٰہِ فِی الْسِّرِ والْعَلانِیَةِ وَالْعَدْلُ فِی الرِّضَا والْغَضَب.وَالْقَصْدُ فِی الْغِنیٰ وَالْفَقْرِ.وَاِمَّاالْمُھْلِکَاتُ فَشُحٌ مُطَاعٌ وَھَوٰی مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ.

تین باتیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی۔نجات دینے والی ہیں:

۱۔چھپے اور کھلے میں اللہ کا خوف ۲۔خوشی اور ناراضگی کی حالت میں انصاف

۳۔تنگ دستی اور خوشحالی کے زمانہ میں میانہ روی۔ہلاک کرنے والی یہ ہیں:

۱۔ایسا بخل کہ آدمی جس کے پیچھے پڑا رہے۔۲۔ایسی خواہشِ نفس کہ جس کی پیروی کی جائے

۳۔خود پسندی اور غرورِ نفس۔

ﷺ خَیْرُکُمْ مَنْ تَوَاضَعَ عَنْ رِفْعَةٍ وَزَھَدَعَنْ غَنِیَةٍ وَاَنْصَفَ عَنْ قُوَّةٍ وَحُلْمَ عَنْ قُدْرَةٍ ۔

تم میں بہتر وہ ہے جو بلند مرتبہ ہوتے ہوئے تواضع سے پیش آئے، جو دولت مند ہوتے ہوئے دولت سے بے رغبت رہے، جو طاقت کے باوجود دوسروں سے انصاف برتے اور جو انتقام پر قادر ہونے کے باوجود درگزر کرے۔

ﷺ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.

چُغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

ﷺ اِیَّاکُمْ وَالدَّیْنَ فَاِنَّہٗ ھَمٌ بِاللَّیْلِ وَمَذَلَّةٌ بِالنَّھَارِ.

تم قرض سے بچو کیونکہ یہ رات کا غم اور دن کی رسوائی ہے۔

اِیَّا کُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثُ.

تُم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

اَلنَّاسُ بِزَمَانِھِمْ اَشْبَهُ مِنْهُمْ بِاَیَا مِھِمْ.

لوگ زمانے کے ساتھ ہوتے ہیں اور اپنے حالات سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

لَوْ تَکَاشَفْتُمْ مَاتَدَانَنْتُمْ.

اگر تم لوگوں کے مخفی حالات سے باخبر ہوتے تو ایک دوسرے کو دفن بھی نہ کرتے۔

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُھْدُالْمَقِلِّ.

بہترین صدقہ وہ ہے جو ایک تنگدست آدمی اپنی طاقت کے مطابق کرے۔

تَنْزِلُ الْمَعُوْنَةُ عَلٰی قَدَرِالْمَئُوْنَةِ.

جتنی ذمہ داری ہوگی اتنی ہی مدد اُترے گی (یعنی عیال داری کی وجہ سے نان ونفقہ کی جتنی ذمہ داری ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کے مطابق روزی آئے گی)

یَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ فَغَنِمَ اَوْ سَکَتَ فَسَلِمَ فَانّ اللسان املکُ شئی للانسان.

اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے گا جو بولے تو کام کی بات کہے یا خاموش رہے تو زبان کے شر سے محفوظ رہے، کیونکہ زبان ہی انسان کے زیادہ سے زیادہ قابو میں رکھنے کی چیز ہے۔

دَفْنُ الْبَنَاتِ مِنَ الْمَکْرُمَاتِ.

لڑکیوں کو گھروں میں پابند کرنا عزت کی بات ہے۔

اِرْحَمُوْ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ.

جو زمین پر ہیں تم ان پر رحم کرو جو آسمانوں میں ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.

جس نے میانہ روی اختیار کی وہ تنگدست نہیں ہوگا۔

حُسْنُ الظَّنَ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ.

(کسی کے بارے میں) اچھا گمان ایک اچھی عبادت ہے۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُه، كُفرٌ.

مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

کُلُّ الْمُسلم علیٰ المسلم حرامٌ مَالُه، وَعَرْضُه، وَدمُه،

مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے اس کا مال بھی، اس کی عزت بھی اور اس کا خون بھی۔

المرء مع من احبّ.

آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔

اَسْلِمْ تَسْلِمْ.

تم اسلام لاؤ تو سلامتی پاؤ گے۔ (بحوالہ: نامۂ دعوت بنام ہرقلِ روم)

انما الاعمال بالنیات.

اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔

لیس للعامل من عمله الامانواہ.

کسی عمل کرنے والے کو اپنے عمل میں سے بجز اس کے کچھ نہیں ملتا ہے جو کچھ کہ اس نے نیت کی ہے۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر.

بیٹا اس کا جس کے بستر پر (گھر میں) ولادت پائے اور زانی کے لیے پتھر۔

لیس الخبر کا لمُعَاینَة.

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ترک الشر صدقه.

بُرائی سے باز آنا بھی صدقہ (نیکی) ہے۔

سیّد القوم خادمهم.

قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

کل ذی نعمته محسوداً.

ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے۔

ﷺ الكلمة الطيبه صدقة .

حُسنِ گفتار بھی ایک صدقہ (نیکی) ہے۔

ﷺ من لا يرْحم لايُرحم. (بخاری ومسلم)

جو (مخلوق پر، خصوصاً انسانوں پر) رحم نہیں کرتا اس پر (خدا کی بارگاہ سے) رحم نہ کیا جائے گا

ﷺ خير الامور اوسطها.

میانہ روی بہترین بات ہے۔

ﷺ الدّين النصيحه. (مسْلم)

دین اخلاص وخیر خواہی کا نام ہے۔

ﷺ من حسن اسلام المرء ترکه مالا يعنيه. (ترمذی)

کسی آدمی کے اسلام کی اچھائی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔

ﷺ الدال على الخير كفا عله.

بھلائی کا راستہ بتانے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔

ﷺ من سن سنة حسنة ومن سمن سنة سيئة...

جس کسی نے کوئی اچھی یا بُری روایت قائم کی تو اسے نہ صرف اپنی بلکہ اس پر عمل کرنے والے دوسرے لوگوں کی جزا یا سزا ملے گی۔

ﷺ خير الحديث كتاب الله، خير الهدىٰ هدى محمد، شر الامور محدثا تها و كل بدعته ضلالة. (مسلم)

سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے اچھا طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ سب سے بُرا کام وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو اور ہر نئی بات گمراہی ہے۔

ﷺ آية المنافق ثلث اذاحدث كذب واذاوعد اخلف واذاؤتمن خان. (بخاری ومسلم)

منافق کی پہچان تین چیزیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔

ﷺ كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع. (مسلم)

جھوٹ کے ثبوت کے لیے یہ کافی ہے کہ انسان جو کچھ سنے اس کو بیان کرتا پھرے۔

ﷺالفقر فخری.

فقر ہی میرا سرمایا ہے۔

ﷺولکن الغنی غنی النفس. (بخاری ومسلم)

امیری دل کی امیری ہے۔

ﷺالحیاء شعبة من الایمان. (بخاری ومسلم)

حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ (حصہ) ہے۔

ﷺالسوال ذل.

مانگنا ذلت ہے۔

ﷺلیس منا من لم یرحم صغیر نا ولم یوقر کبیرنا. (ترمذی)

وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔

ﷺلایرحم اللہ من لا یرحم الناس.

اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔

ﷺمن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ. (ترمذی)

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکریہ بھی ادا نہ کیا۔

ﷺانزلو الناس منازلہم. (ابوداؤد)

لوگوں کو ان کی حیثیت اور مرتبے کے مطابق جگہ دو۔

ﷺیداللہ علی الجماعة ،من شذ شذ فی النار. (ترمذی)

اللہ کا ہاتھ جماعت کے اوپر ہوتا ہے، جو جماعت سے الگ ہوگا وہ آگ میں جا پڑے گا۔

ﷺانصرا خاک ظالماً اومظلوما. (بخاری ومسلم)

اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ (بھائی سے مراد مسلمان بھائی۔ ظالم کی مدد اس طرح کہ اسے ظلم سے روکا جائے)

ﷺاتق دعوة المظلوم فانہ لیس بینہا وبین اللہ حجاب. (بخاری ومسلم)

مظلوم کی بد دعا سے ڈرو اس لیے کہ اس کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

المرء كثير بأخيه.

انسان اپنے بھائی کے سبب بہت کچھ بن جاتا ہے۔

لا خير في صحبة من لا يرى لك مثل ما ترى له.

ایسے شخص کی صحبت میں کوئی بھلائی نہیں ہوسکتی جو تیرے لیے اسی انداز میں نہ سوچے جس انداز میں تُو اس کے لیے سوچتا ہے۔

اليد العليا خير من اليد السفلى وابد أبمن تعول.

اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے اور سب سے پہلے اسے دو جس کی تم پر ذمہ داری آتی ہے۔

المسلمون تتكافأ دماؤهم ويسعى بذمتهم أدناهم ويرد عليهم اقصاهم وهم يد على من سواهم.

یعنی مسلمان کے خون کی قیمت برابر ہے، ان میں چھوٹے سے چھوٹا اگر کسی کو امان دے دے تو اس کا پاس کرنا سب پر لازم ہے، ان میں سے وہ کافر (بھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔ وہ غیروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی طرح متحد ہیں۔ (اس ارشادِ نبوی ﷺ میں مسلم معاشرے میں فرد کی عظمت، خودداری اور وحدتِ ملی کا خوب صورت تصور دیا گیا ہے)

الخيلُ معقودٌ في نواصيها الخيرُ اِلى يوم اِلقيامة (البیان، جلد۲، ص۲۰)

قیامت تک کے لیے گھوڑوں کی پیشانیوں پر بھلائی کے ہار سجا دیے گئے ہیں (یعنی گھوڑے ہمیشہ خیر و برکت کا باعث رہیں گے!)

مَا قَلَّ وَكَفىٰ خيرٌ ما كثرُ الهٰى. (البیان، جلد۲، ص:۲۰)

جو تھوڑا ہو مگر کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو غافل بنا دیتا ہے۔

الخيرُ في السيف والخير مع السيفِ والخير بالسَّيفِ.

بھلائی تلوار میں ہے، بھلائی کے ساتھ تلوار رہتی ہے اور بھلائی تلوار کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ (تلوار یا قوت سراسر بھلائی ہے)

ﷺ لاتزال امتی صالحاً امرُها مالم تر الامانۃ مَغماً وَالصَّدقَۃ مَغرَماً. (البیان، جلد۲، ص؛۲۰)
میری امت کا معاملہ اس وقت تک درست رہے گا جب تک وہ امانت کو مالِ غنیمت اور خیرات وزکوٰۃ کو تاوان تصور نہیں کریں گے۔

ﷺ رأسُ العقلِ بعد الایمانِ باالله مُدارۃ النّاس. (البیان، جلد۲، ص؛۲۰)
اللہ پر ایمان کے بعد سب سے بڑی عقل کی بات لوگوں کا دل رکھنا ہے۔

ﷺ لیس منا من حلق اوصلق اوشق. (البیان، جلد۲، ص؛۲۰)
جو مصیبت میں بال منڈوائے (نوچے) واویلا کرے یا کپڑے پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے

ﷺ لن یھلِکُ امرو بعد مشورۃٍ. (البیان، جلد۲، ص؛۲۰)
مشورہ کر لینے کے بعد کبھی کوئی انسان تباہ نہیں ہوگا۔

ﷺ رحم اللّٰہُ عبداً قالَ خیرًا فَغنِمَ اوسَکَتُ فسلِمَ. (البیان، جلد۲، ص؛۲۱)
اس بندے پر اللہ کی رحمت ہوئی جو بھلائی کی بات کر کے غنیمت رہا یا چپ رہ کر سلامت رہا

ﷺ لا تجلسو علی ظھر الطریق فاِن أبیتم فغضُو الابصار وردُّ السَّلامَ واھدو الضالَّ وأعینُو الضعیف. (البیان، جلد۲، ص؛۲۱)
راستوں میں مت بیٹھو! اگر بیٹھنا ہی ہو تو پھر نظریں جھکا کر رکھو، سلام کا جواب دو، بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھاؤ اور کمزور کی مدد کرو۔

ﷺ اِن اللّٰہَ یرضیٰ لکم ثلاثاً وَیکرہُ لکم ثلاثاً. یرضیٰ لکم ان تعبدوہُ ولا تُشرکوا بہٖ شیأًوأن تعتصموا بحبلہ جمیعا ولا تفرَّقُوا وأن تُناصِحُو امَنْ وَلّاہُ اللّٰہُ أمرَکُم ویکرہ لکم قِیلَ وقال وکثرۃَالسوال واضاعۃالمال. (البیان، جلد۲، ص؛۲۱)
اللہ تعالیٰ تین باتیں تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور تین باتیں ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تمہارے لیے پسند یہ کرتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک مت کرو، سب اس کی رسی کو تھام لو اور منتشر مت ہو اور جسے اللہ تعالیٰ تمہارا حکمران بنادے اس کی خیر خواہی کرو، وہ تمہارے لیے ناپسند کرتا ہے کہ تم بحث ومناظرہ میں اُلجھو، کثرت سے سوال کرو اور مال کو ضائع کرو۔

ﷺ یقول ابن آدم: مالي مالي وانما لك من مالك ما اكلت فا فنيت أو لبست فأبليتَ أو وهبت فأمضيت. (البیان، جلد۲،ص:۲۱)

انسان کہتا ہے میرا مال! میرا مال! حالانکہ تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا بخش دیا اور آگے بھیج دیا۔

ﷺ لو أن لابن آدم واديَيْنِ مِنْ ذهبٍ لسائلَ اِليها ثالثاً. (البیان، جلد۲،ص:۲۱)

اگر انسان کے پاس سونے کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ تیسری وادی کا طلب گار بن جائے گا

ﷺ لَا يملاءُ جوفَ ابنِ آدمَ اِلَّا التُّرابُ، ويتوبُ اللّٰهُ علٰى من تاب. (البیان، جلد۲،ص:۲۱)

انسان کا پیٹ تو صرف خاکِ گور ہی بھرتی ہے اور جو توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا

ﷺ اِنَّ الدُنيا حُلوةٌ خضرة واِن اللّٰهَ مُستعملُكُمْ فيها فناظر كيف تعملون.

(البیان، جلد۲،ص:۲۱)

دنیا شیریں اور پُر رونق ہے اور اللہ تمھیں اس میں کام سپرد کر کے یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو!

ﷺ اِنَّ اَحبَّكُمْ اِلَيَّ واَقْرِبُكُمْ منيّ مجالِسَ يوم القيامة أحامِنكُمْ اِخلاقاً الموطؤنا كنافاً الـذين يَأ لَغُوْن وأن اَبغَضُكُمْ اِلَي وأبعدكم مني مجالس يوم القيامة، الثرثا دون المُتَشَدِّقُونَ الْمُتَفِيْهُقُونَ. (البیان، جلد۲،ص:۲۱)

قیامت کے دن تم میں سے میرے لیے سب سے پسندیدہ اور مجلس میں زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سب سے زیادہ خوش اخلاق، نرم مزاج، انس کرنے والے اور انس کے قابل ہوں گے اور سب سے زیادہ قابلِ نفرت اور مجلس میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو منہ پھٹ، باچھیں کھول کر اور گلا پھاڑ کر بات کرنے والے ہیں۔

ﷺ ايَّاكُمْ وَالمُشارَّة فاِنَّها تُمِيْتُ الغُرَّ وتُحيِ العُرَّة. (البیان، جلد۲،ص:۲۱)

باہمی مخاصمت سے بچو کیونکہ اس سے خوبیاں مرجاتی ہیں اور عیوب زندہ ہو جاتے ہیں۔

ﷺ لايَنْبَغِىْ للصِدّيق اَنْ يَكُونَ لَعّاناً. (البیان، جلد۲،ص:۲۲)

صدیق کے لیے لعنت کرنے والا ہونا مناسب نہیں۔

ﷺأعوذُ باللّٰه مِنْ دُعاءٍ لَايُسْمَعُ ومِن قَلْبٍ لا يخشعُ ومن عِلمٍ لا ينفعُ.

(البیان، جلد۲، ص:۲۲)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس دعا سے جو قبول نہیں ہوتی اور اس دل سے جو اللہ کا خوف نہیں رکھتا اور اس علم سے جو نفع نہیں دیتا۔

ﷺوَقیل لہٗ: یارسول اللّٰہ! أیُّ الأعمالِ افضلُ؟فقال: اجتنابُ المحارم وَ ألَایزالُ فُوکَ رِطْباً مِنْ ذِکرِ اللّٰہِ. (البیان، جلد۲، ص:۲۲)

(آپ ﷺ سے) پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! افضل ترین عمل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حرام چیزوں سے پرہیز کرتے رہنا اور ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تازہ رکھنا۔

ﷺوقیل له: أی الاصحاب أفضل؟قال الذی اذا ذُکِرت أعانکَ وَاِذانسیت ذکَّرکَ.

(البیان، جلد۲، ص:۲۲)

(آپ ﷺ سے) پوچھا گیا کہ کون سا ساتھی افضل ہے؟ تو فرمایا: وہ کہ اگر تیرا تذکرہ ہو تو تیری مدد میں رہے اور اگر تُو بھول جائے تو تجھے یاد دلا دیا کرے۔

ﷺوقیل له: أیّ النّاسِ شرٌّ؟قال: العُلماءُ اِذا فَسَدُوا. (البیان، جلد۲، ص:۲۲)

پوچھا گیا کہ بدترین انسان کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علماء جب بگڑ جائیں۔

ﷺرَبّ اِلیکُمْ دام الامم من قبلکم: الحسدُوَ البغضاءُ، والبغضاءُ هی الحالقةُ الدین لا أقول حالقة الشعرِ، والذی نفس مُحمد بیده لا تؤمنو نحتّیتحابوا. ألا أُ نَبِّئُکُمْ بِاَمْرٍ اِذَا فعلتموهُ تحا ببتم؟فقالوا: بلٰی یارسول اللّٰه!قالَ: اَفْشُوا السَّلامَ وَصِلُو الاَرحامَ. (البیان، جلد۲، ص:۲۲)

تمہارے اندر بھی گزشتہ امتوں والی بیماری سرایت کر گئی ہے، حسد اور نفرت! نفرت تو مونڈ ڈالنے والی ہے، دین کو مونڈ ڈالنے والی، میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ ڈالنے والی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم باہم محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتا دوں اگر تم اسے کرو تو ایک دوسرے سے محبت کرو گے؟ لوگوں نے کہا: ہاں اللہ کے رسول (ﷺ)! فرمایا: تو پھر سلام کو

عام کرو اور صلۂ رحمی سے کام لیتے رہو۔

مَا هَلَکَ امرُؤٌ عرف قدره. (البیان، جلد۲، ص:۲۳)

وہ شخص کبھی تباہ نہ ہوگا جس نے اپنی حیثیت پہچان لی۔

لَو تَکا شفتم لما تد افَنتُم. (البیان، جلد۲، ص:۲۴)

اگر تمہیں ایک دوسرے کے بھید معلوم ہو جایا کریں، تو تم ایک دوسرے کے کفن دفن میں بھی شریک نہ ہوا کرو!!

لَیسَ مِنْ اخلاقِ الْمُؤمِن الملقُ اِلَّا فِیْ طَلَبَ الْعِلْمِ. (البیان، جلد۲، ص:۲۴)

خوشامد مومن کے اخلاق میں سے نہیں الا یہ کہ علم کی خاطر ہو۔

اوصَانی ربی بتسع: اوصانی بالاخلاصِ فی السِّرِّ والعلانیه، وبالعد فی الرضا والغضب وبالقصد فی الغنی والفقروان اعفوعمن ظَلمنیواُعطِیَ مَن حرَمَنِی واَصِلَ من قطعِنی وان یکون صمق فکرًا ونُطقی ذکراًونَظری عِبراً. (البیان، جلد۲، ص:۲۳)

میرے رب نے مجھے نو باتوں کی وصیت کی ہے: مجھے وصیت فرمائی ہے کہ ظاہر و باطن میں اخلاص پر عمل کروں، خوشی اور غُصے میں عدل کروں، امارت اور غربت میں میانہ روی اختیار کروں، جو زیادتی کرے اس سے درگزر کروں، جو محروم کرے اسے عطا کروں، جو قطع تعلق کرے اس سے صلۂ رحمی کروں، میری خاموشی فکر ہو، گویائی ذکر ہو اور میری نظر عبرتوں کے لیے ہو۔

اِرحَمُو اعزیزاً ذَلَّ، ارحمو عالماً ضاعَ بینَ جُهَّالٍ. (البیان، جلد۲، ص:۲۵)

جو باعزت انسان ذلیل ہو جائے اس پر رحم کرو، اور اس عالم پر بھی رحم کرو جو جاہلوں میں رہ کر ضائع ہو جائے۔

مَن کثَرَ طَعَامُهُ کثُرَسِقامُه، ومَن قَلَّ غذآ ءُ هُ قَلَّ دوآئهُ. (ظہیر الاسلام، ص ۵۵)

جس کا کھانا بہت ہو، اس کی بیماری بہت ہو اور جس کی غذا کم ہو اس کی دوا کم ہو۔

ذوالرجهینِ لا یکونُ عندالله وجیهاً. (الشفا، جلد اول، ص:۱۷۵)

دو چہروں والا (منافق) اللہ کے نزدیک کبھی معزز نہیں ہوسکتا۔

ﷺاِتَقِ اللّٰه حَیْثُ کُنْتَ و اَتِبع السَّیِئَۃ الحسنۃ تَمْحُھَا خالق النَّاسَ بخلق حسن.
(الشفا،جلد اول،ص:۱۷۵)

جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتا رہ۔ بُرائی کے بعد نیکی کر جو اسے محو کر دے گی، لوگوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آ۔

ﷺاُحْبِبْ حبیبک هُوناماً ،عَسیٰ اَن یکون بَغِیْضَکَ یوماًماً (الشفا،جلد اول،ص:۱۷۵)

اپنے محبوب سے قدرے ہلکی محبت کر۔ ہوسکتا ہے وہ کسی دن تیرا مبغوض بھی بن جائے۔
(جذبہ محبت ونفرت میں اعتدال)

ﷺالظلمُ ظُلماتٌ یوم القیامۃِ. (الشفا،جلد اوّل،ص:۱۷۵)

ظلم قیامت کے دن کی تاریکیوں میں سے ہے۔

ﷺبعثتُ لِاُ تَمِم مَکارم الاخلاق.

مجھے بلند اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا۔

ﷺاکملُ المومنین ایماناً اَحسنُھُمْ اَخلاقاً.

ایمان میں وہی مومن کامل ترین ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر ہو۔

ﷺاِنَّ مِن خیار کم اَحسنُکُمْ اَخلاقاً.

تم میں سے بھلے لوگ وہ ہیں جو تم میں سے سب سے زیادہ خوش اخلاق ہوں۔

ﷺاِنَّ المؤمن کَیُدرک بحُسن خُلقِهِ دَرَجَۃَ الصَّائِمَ القائِم.

مومن تو اپنے حُسنِ اخلاق سے روزہ دار اور نماز گزار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

ﷺاِذااَتاکُمْ کریمُ قومٍ فاکرِمُهُ.

جب کسی قوم کا معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔

ﷺوَقِّرو علماء اُمَّتی فَاِنَّھُمْ نجوم الارض.

میری اُمت کے علماء کی عزت کرو کیونکہ وہ روئے زمین کے ستارے ہیں۔

ﷺالمومن للمومن کالبنیان یشُدُّ بعضه بعضا.

مومن، مومن کے لیے دیوار کی حیثیت رکھتا ہے جس کے حصے ایک دوسرے کو پختہ کرنے کا باعث ہوتے ہیں (یعنی ایک مومن دوسرے مومن کی تقویت کا باعث ہوتا ہے)

ﷺ لا یومن احدُکم حتی یحبَّ لا خیه مایحبُّ لنفسہٖ.
تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

ﷺ کُلُّ معروفٍ صَدَقةٌ.
ہر نیکی صدقہ ہوتی ہے۔

ﷺ العاقلُ الوفٌ مالوفٌ.
دانا انس کرنے والا ہوتا ہے اور لوگ اس سے انس کرتے ہیں۔

ﷺ لایَدخُلُ الجَنَّةَ قَتّاتٌ.
چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ﷺ اِنَّ مِمَّا اَدرک الناسُ مِن کلام النبوة الأولیٰ ذالم تستحِی فاصنع ماشِئتَ.
پہلی نبوتوں کے کلام سے انسانوں کو جو کچھ حاصل ہوا اس میں یہ بھی تھا کہ: جب تو حیا نہ کرے تو جو جی میں آئے کر۔

ﷺ لیس الشدیدُ بالصُّرَعَةِ، اِنّما الشدِّیدُ الَّذِی یَملِکُ نفسَہ، عِندالغضبِ.
سخت جان (قوی) وہ نہیں جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دیتا ہو بلکہ وہ شخص قوی ہوتا ہے جو غصہ کے عالم میں اپنے اوپر قابو رکھے۔

ﷺ نیّةُ المومنِ خیرٌ مِن عَمَلِہٖ. (نقدالنثر ،ص۹۴)
مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

ﷺ انَّا اُمِرنَا مَعْشَرُ الانَبیاءِ بأنِ تُکَلِّمُ النَّاسَ علیٰ مقاریر عُقُولِھِمْ. (نقدالنثر ،ص۸۲)
ہم گروہِ انبیاء کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق ان سے گفتگو کریں۔

ﷺ مَا اُوتِیَ امرُؤٌ شَرًّامِنْ طَلاقةِ اللِّسَان. (نقدالنثر ،ص۱۱۱)
زبان کی تیزی سے بڑھ کر کوئی بُری چیز نہیں دی گئی۔

ﷺ وسألهُ العباس: فی ما الجمالُ یارسول اللّٰہ؟ فقالَ: فی اللسّانِ. (نقدالنثر ،ص۹)
حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ انسان کا حُسن کس چیز میں پوشیدہ ہے یارسول

اللہ ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: زبان میں۔

الایمانُ عقدٌ بالقلبِ وقولٌ بالِلسانِ وعملٌ بالارکانِ. (نقد النثر، ص۱۳)

ایمان نام ہے دل سے پختہ عقیدے، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنے کا!

اِنَّ مِنَ البیان یسحرًا. (العقد، جلد۴، ص:۷۸)

بعض خطبات جادو کا اثر رکھتے ہیں۔

جماعتہٌ علیٰ اَتذارء وھُدنۃٌ علیٰ دخنٍ. (العقد، جلد۴، ص:۷۸)

کدورت پر قائم ہونے والی جماعت اور دھوئیں اور جلن پر قائم ہونے والا متارکہ جنگ ہے

اِنَّ مما یُنبِتُ الربیعُ ما یُقتُلُ الحبِطَ أَو یُلِمُّ. (العقد، جلد۳، ص:۳)

موسم بہار جو کچھ اُگاتا ہے اس میں ایسے پودے بھی ہوتے ہیں جن کے کھانے سے جانوروں کے پیٹ پھول جاتے ہیں اور وہ مر جاتے ہیں۔

اِن المنبتَّ لا ارضاً قطع ولا ظھرً ابقٰی. (العقد، جلد۳، ص:۳)

دنیا و مافیہا سے غافل ہونے والے زاہد نے نہ تو سفر طے کیا اور نہ پیچھے کچھ چھوڑا۔ (عبادت میں غلو)

اَلایمانُ قَیَدَ الفتحَ. (العقد، جلد۳، ص:۴)

ایمان نے فتح کو مقیّد کر دیا ہے۔ (قوتِ ایمانی فتح یاب ہوتی ہے)

موتوا قبل ان تموتوا.

مر جاؤ مرنے سے پہلے۔

اِشتَدِّی یا أزمۃُ تنفرجی. (النوری، جلد۳، ص:۳)

بحران کا شدت اختیار کرنا اس کا حل ہونا ہے۔ (اے بحران شدت اختیار کر تو کھل جائے گا)

النّاسُ شُرکاءُ فی ثلاثٍ: الماءُ وَالُکلاءُ والنَّارُ. (ادب الحدیث النبوی، ص۱۰۵)

لوگ تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں: پانی، چارہ اور آگ۔

الاَ اَدُلُّکُمْ عَلٰی خَیرِمَا یکنِزُالمَرءُ؟ المرأۃ الصَّالحۃُ اِذا نَظَرَاِلَیْھا سَرَّتہُ وَاِذا غَابَ عَنْھَا حَفِظَتہُ فِی مالِہ وعِرضِہ. (ادب الحدیث النبوی، ص۱۰۵)

کیا میں تمھیں ایک مرد کے بہترین خزانے کا پتہ نہ بتا دوں، وہ ہے نیک عورت کہ اگر وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کے لیے خوشی کا سامان ہو اور اگر وہ اس کے پاس نہ ہو، تو اس کے مال اور عزت کی نگہبان رہے۔

ﷺ مَنْ كَانَ آمِناً فِي سِربِهِ مُعافِي بدنِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يومِهِ كَانَ كَمَنْ حِيزَتْ لَهُ الدُّنياَ بِجَدَافِيرِهَا. (الکامل للمبرو، ص:۹۱)

اپنے گھر میں جو چین سے رہ رہا ہو، جسمانی صحت نصیب ہو، ایک دن کی خوراک بھی مُیسّر ہو، تو گویا اس کے لیے دنیا کا سب کچھ جمع کر دیا گیا ہے۔

ﷺ مَنْ سَرَّهُ اَن يكُونَ اَعَزَّ الناسِ فَليَتَّقِ للّٰه وَ مَنْ سَرَّهُ اَن يَكُونَ اَغْنِى الناسِ فليَكُنْ بِمَا فى يَدِ اللّٰهِ اَوْثَق مِنهُ بِما يَدِهِ وَ مَنْ سَرَّهُ أَن يَكُونَ أَقوى النَّاس فَلْيَتوَكَّلْ عَلَى اللّٰه.

(الکامل للمبرو، ص:۱۱۹)

جو اس بات پہ خوش ہے کہ وہ سب سے زیادہ عزت والا ہو تو پھر اسے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے اور جو اس بات پر خوش ہے کہ وہ سب سے بڑا دولت مند ہو تو پھر اسے اس بات پر پُختہ ایمان ہونا چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے قبضے میں ہے اس کا ملنا زیادہ یقینی ہے بہ نسبت اس مال کے، جو اس کے اپنے قبضے میں ہے! اور جو اس بات پر خوش ہے کہ وہ سب سے زیادہ طاقتور ہو تو اسے اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔

ﷺ آلا أُخبِرُكُمْ بشرارِكُمْ؟قالوبلىٰ! قال:مَنْ اَكَلَ وحدهُ ومنعَ رِفْدَهُ وضَرَبَ عَبْدَهُ آلا اُخبِرُكُمْ بِشَرِمِنْ ذَالِكُمْ؟مَن لا يَقِيلُ عَثْرَةً ولا يقبلُ معْذِرَةً ولاغفِرُذَنباً آلاُخبِرُكُمْ بِشَرٍّ مِن ذَالِكُم اَمَنْ يَبْغِضُ الناسَويَبْغَضُو نهُ. (الکامل، ص۳۹)

کیا میں تمہیں بتا نہ دوں کہ تم میں بُرے کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا! ہاں! فرمایا: جو اکیلے کھائیں برتنے کی چیزیں دینے سے انکار کریں، اور اپنے غلام کو ماریں۔ اس سے بھی بدتر شخص بتاؤں؟ وہ جو لغزش سے درگزر نہ کرے، معذرت قبول نہ کرے اور گناہ معاف نہ کرے! اس سے بھی بدتر شخص بتاؤں! وہ جو لوگوں سے نفرت کرتا ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں۔

ﷺمَنْ تَعَلَّمَ العِلْمَ لِاَرْبَعَةٍ دَخَلَ النَّارَ لِيُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ يُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ اَوْيُمِيْلُ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ أوْ يَأخُذَ بِهِ مِنَ الاُمَرَاءِ. (عیوف الاخبار، جلد۲،ص۱۱۹)

جس نے چار باتوں کے لیے علم حاصل کیا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ علماً سے مباحات کر سکے، جاہل احمقوں سے مناظرہ کر سکے، لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے، یا امرا اور حکّام سے کچھ صلہ پا سکے۔

ﷺاِذَا تَحَقَّقَتِ الْمُصْلَحَةُ فَثَمَّ شَرْعُ اللّٰهِ.

جب کہیں انسانی مصلحت (بہتری) ثابت ہو جائے تو وہی مصلحت اللہ کی شریعت بھی ہے۔

ﷺخَيْرُ الْكَاسِبِ الْعَامِلُ اِذَا نَصَحَ.

بہترین کمائی کرنے والا وہ مزدور ہے جو نیک نیّتی سے محنت کرے۔

ﷺاِذَا عَمِلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتقِنْ عَمَلَهُ.

جب تم میں سے کوئی کام کرے تو اسے پختہ طریقے سے کرے۔

ﷺافضل الاعمال عنداللّٰه ادومُها.

اللہ کے نزدیک بہترین کام وہ ہے جس میں باقاعدگی ہو۔

ﷺتعَلَّمو لُغة قوم تا منو شَرَّهُم.

کسی قوم کی زبان سیکھ لو اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

ﷺالمومن القویُّ خیر من المومنِ الضعیفِ.

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔

ﷺاِنَّ المومنَ مَنْ سا ئَتهُ سَيِّئَتهُ وَسَرَّ تُهُ حَسَنَتُهُ. (البیان، جلد ا،ص۹۹)

مومن وہ ہے جسے اپنی بدی پہ افسوس ہو اور اپنی نیکی سے مسرت حاصل ہو۔

ﷺهَلْ يَكُبَّ النَّاسَ عَلٰى مناخِرِهِمْ فی نارِ جهنمَ اِلَّا حَصَائِدُالسِنَتِهِمْ. (البیان، جلد ا،ص۲۵۶)

انسانوں کو ناک کے بل دوزخ میں گرانے والی ان کی زبانوں کی پیداوار ہی تو ہے۔

ﷺمَا مِن مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَاَكَلَ مِنْهُ اِنْسانٌ اَوْ دَابَةٌ اِلَّا كان لهُ صَدَقَةٌ.

جب کوئی مسلمان ایک درخت لگائے پھر اس سے کوئی انسان یا چوپایہ جب بھی کچھ کھائے

گا اُسے ثواب ملتا رہے گا۔

طعام الاثنینِ کافی الثلاثۃِ و طعامُ الثلاثۃِ کافی لاربعۃِ.

دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے۔

جنۃ الرَّجُلِ دارُہٗ.

آدمی کی جنت اس کا گھر ہوتا ہے۔

النَّدَمُ توبَۃٌ.

ندامت بھی توبہ ہے۔

اِنتظارُ الفرَجِ عِبادۃٌ.

فراخی و خوشحالی کی اُمید رکھنا بھی عبادت ہے۔

مِن حُسنِ اِسلامِ الْمَرءِ تَرْکُہٗ مَالا یُعْنِیہِ.

انسان کے اسلام کا حسن یہ بھی ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

اِنَّکُمْ لن تَسعُوا الناسَ بِاموالِکُمْ فَسَعُوا ھُمْ بِاخلاقِکُمْ.

لوگوں کو تم دولت سے اپنا گرویدہ نہیں کرسکو گے، اس لیے انہیں اپنے اخلاق سے گرویدہ کرو۔

اِنَّ الصِدق یَھدِی اِلی البِرِّ وَاِنَّ البِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجنَّۃ وَاِنَّ الرَّجُلَ لایَصْدُقُ حتیٰ یُکْتَبَ عِندَاللّٰہ صِدِّیْقاً؛ وَ اِنَّ الکذبَ یَھْدی اِلی الفجور وَاِنَّ الفجوریھدِی الی النَّارِوَاِنَّ الرّجُلَ لِیَکْذِبُ حتّٰی یَکْتُبُ عِندَاللّٰہِ کَذّابا.

سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ بدی کی راہ دکھاتا ہے اور بدی دوزخ کی، آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

تَرکُ الشَّرِّ صداقۃٌ. (اعلام النبوۃ، ص ۱۵۱)

شر کا دامن چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔

افضل الصَّدَقۃِ جُھدُالمُقِلِّ. (اعلام النبوۃ، ص ۱۵۱)

بہترین صدقہ کم سے کم کوشش کرنے والے کی کوشش ہے۔

حُبُّکَ لِلشّیٔ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ. (اعلام النبوۃ، ص ۱۵۱)

کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

السعیدُ من وُعِظَ بِغَیرِہ۔ (اعلام النبوۃ، ص۱۵۱)
نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔

نعمتانِ مغبون فیھا کثیر من الناس :الصحة والفراغ.
دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے بہت سے لوگ محروم ہوتے ہیں: صحت وفراغت۔

خصلتان من کانتا فیه کتبه اللّٰه تعالیٰ شاکرا صابرا: من نظر نی فی دینه اِلیٰ من هُوَ فوقہٖ فاقتدی به؛ ونظر فی دنیا ہ اِلی من دونه فحمداللّٰه علیٰ ما فضلہٖ بہٖ علیه.
دو باتیں اگر کسی میں پائی گئیں تو اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھ دیں گے، جو دین کے معاملے میں اپنے سے بہتر وبرتر کو دیکھے تو اس کی اقتداء کرے، دنیا کے معاملے میں اپنے سے کمتر کو دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اس پر بعض باتوں میں فضیلت عطا کی ہے!

اِنَّ اللّٰه یبغض البلیغ الذی یتخلل بلسانہٖ تخلل الباقرۃ.
اللہ تعالیٰ اس خطیبِ بلیغ کو ناپسند کرتا ہے جو اپنی زبان کو یوں مروڑ کر آواز نکالتے ہیں جیسے گائے کی آواز۔

وَهَل یَکب الناس علیٰ مناخرهم فی نارِ جهنم الا حصائد السنتهم.
لوگوں کو نتھنوں کے بل جہنم میں زبان کے کارناموں کے سوا بھی کوئی اور چیز گراتی ہے۔

شعبتان من شَعب النفاق: البذام والبیان وشعبتان من شعب الایمان الحیأ والعی.
منافقت کے شعبوں میں سے دو شعبے فحش گوئی اور لفاظی ہیں اور ایمان کے شعبوں میں سے دو شعبے حیا اور کم گوئی ہیں۔

قال فی معانی الاحسان: ان نعبداللّٰه کانک تراہ فان لم تکُن تراہ فَاِنَّهُ یراک.
احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم یہ تصور کر کہ اللہ تو ہر حال میں تجھے دیکھ رہا ہے۔

آفة العلم النسیان والضلعته ان تحدث به غیر اهلہٖ.
علم کے لیے سب سے بڑی آفت بھول ہے اور علم کا ضیاع یہ ہے کہ نااہل کے سامنے اس کا اظہار کیا جائے۔

اَلهَمُّ نِصفُ الهزمِ.
غم آدھا بڑھاپا ہے۔

علقْ سَوْطك حيث يراه هلك.
اپنا کوڑا ایسی جگہ لٹکاؤ جہاں سے وہ تیرے گھر والوں کونظر آتا رہے۔
النّاسُ بأزمانهم أشبه مِنهُم بآبائِهِم.
لوگ اپنے آبا کی نسبت اپنے زمانے سے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔
شرُّ العمٰی عمِیَ الْقلب.
دل کا اندھاپن سب سے بُرا اندھاپن ہے۔
اکثرواس ذکرهادم اللذات.
لذات کومنہدم کرنے والی (موت) کوکثرت سے یادکیا کرو۔
الرغبة فی الدنیا تکثر الهم والحزن والبطالة تقسی القلب.
دنیا کی رغبت رنج وغم کو بڑھاتی ہے اور بیکاری انسان کوسنگدل بنادیتی ہے۔
الجاهل السخی احب الی الله من عابد بخیل. (ترمذی وطبرانی)
سخی جاہل اللہ کے نزدیک بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔
لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی. (ترمذی)
مومن عیب جُو،لعنت کرنے والا، بیہودہ گواور بے حیانہیں ہوتا۔
ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث. (ترمذی،طبرانی،دارقطنی)
تم گمان سے بچو کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔
کفٰی بک اثما ان لاتزال وخاصما. (ترمذی)
تمہارے گنہگار ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ تم ہروقت جھگڑتے رہو۔
احبب حبیبک هونا ماعسی ان یکون بغیضک یوماماوابغضبغیضک هونا ما عسی ان یکون حبیبک یوماما. (ترمذی)
تم جس سے محبت کروایک حدتک کروکہ شاید کسی دن وہ شخص تم کوناپسندیدہ معلوم ہواور جس سے دشمنی کروایک حدتک کہ شاید کسی دن وہ تمہارادوست بن جائے۔
المرٔمع الخیار مالم یتکلم. (ترمذی)
جب تک انسان گفتگونہ کرے اس کواختیار رہتا ہے۔(یعنی سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے)

ﷺ خير الامور اوسطها.

بہترین چیز میانہ روی ہے۔

ﷺ السعید من وعظ بغیر.

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

ﷺ الوحدة خير من جليس السوء.

تنہائی بُرے ساتھی کی صحبت سے اچھی ہے۔

ﷺ قل الحق وان كان مرا.

حق بات کہو خواہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔

ﷺ خير العمل ماقل دوام.

بہترین کام وہ ہے جو کم ہو اور ہمیشہ کیا جاتا رہے۔

ﷺ لاتجعلوا ابيوتكم قُبوراً.

اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ ٹھہراؤ۔

ﷺ الصيامُ جُنَةٌ.

روزہ ڈھال ہے۔

ﷺ لَيسَ الخبرُ كا لُمُعَايَنةِ.

سُنی ہوئی بات آنکھوں دیکھی جیسی نہیں ہوسکتی۔

ﷺ لا تخرَقَنَّ علىٰ اَحَدٍ ستراً.

تم کسی کی پردہ دری نہ کرو۔

ﷺ اِنما الاَعمالُ بالخواتيم.

کاموں کا اعتبار نہیں مگر خاتمے پر۔

ﷺ كما تَدِيْنُ تُدانُ.

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

ﷺ مَن يَّدُمْ قَرَعَ البابِ يوشک اَنْ يَفْتَحَ لَهُ.

جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا ضرور اس کے لیے دروازہ کھول دیا جائے گا۔

﷽ يُشِيبُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ فِيهِ خَصْلَتَانِ الْحِرْصُ وَطُوْلُ الْأَمَلِ.

آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو عادتیں جوان ہو جاتی ہیں: طمع اور لمبی امید۔

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ.

جو شخص لوگوں کے احسان کا شکر گزار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔

اَلْوَعْدَةُ دَيْنٌ.

وعدہ ایک قسم کا قرض ہے۔

اَلسَّمَاحُ رِبَاحٌ.

سخاوت سراسر منفعت ہے۔

اَلدَّيْنُ شَيْنُ الدِّيْنِ.

قرض دین کے لیے عیب ہے۔

اَلْقَنَاعَتُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ.

قناعت ایک ایسا مال ہے جو ختم نہیں ہوتا۔

نَوْمُ الصُّبْحَةِ تَمْنَعُ الرِّزْقَ.

صبح کے وقت سونا روزی کو روکتا ہے۔

آفَةُ السَّمَاحِ الْمَنُّ.

احسان جتانا سخاوت کے لیے آفت ہے۔

اَلسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ.

سعادت مند وہی ہے جو دوسرے کے حال سے نصیحت پکڑے۔

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا.

عبرت کے لیے موت کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ السَّهْلَ الطَّلْقَ.

یقیناً اللہ تعالیٰ نرم خو، ہنس مکھ آدمی کو محبوب رکھتا ہے۔

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ.

خیر و مروت خوش چہرہ آدمی سے طلب کیا کرو۔

ﷺ طوبیٰ لِمَنْ شَغَلَهٗ عَیْبُهٗ عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ.

اس آدمی کے لیے بشارت ہے جس کو اپنا عیب لوگوں کے عیوب (عیب نکالنے) سے روک دے۔

ﷺ اَلْغِنٰی اَلْیَأسُ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ.

تونگری لوگوں کے مال و دولت سے نا اُمید ہونے کا نام ہے۔

ﷺ مِنْ حُسْنِ اِسْلامِ المرءِ تَرْکُهٗ مَالا یَعْنِیْهِ.

آدمی کی خوبیِ اسلام یہ ہے کہ غیر ضروری امر کو ترک کر دے۔

ﷺ لَا یَشْبَعُ الْمُؤمِنُ دُوْنَ جَارِہٖ.

مومن اپنے ہمسایہ سے علیحدہ کبھی اپنا پیٹ نہیں بھرتا۔

ﷺ لاایمانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ ولا دینَ لِمَنْ لَّا عَهْدَلَهٗ. (مشکوٰۃ)

جو امین نہیں اس کا ایمان نہیں۔ جو وعدہ کا پکا نہیں، اس کا دین نہیں۔

ﷺ اَوَّلُ صَلاحِ هٰذِہِ الْاُمَّةِ الْیَقِیْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ. (مشکوٰۃ)

اس اُمت کی پہلی نیکی یقین اور زہد ہے اور اس کی پہلی خرابی بخل اور لمبی لمبی اُمیدیں۔

ﷺ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلاعَلَیْکَ مَا فَاتَکَ الدُّنْیَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَصِدْقُ حَدِیْثٍ وَحُسْنُ خَلِیْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِیْ طُعْمَةٍ. (مشکوٰۃ)

اگر تجھ میں چار باتیں ہیں، تو موت کے وقت کوئی خوف نہ ہوگا؛ امانت کی نگہبانی اور بات کی سچائی اور اخلاق کی خوبی اور کھانے میں احتیاط۔

ﷺ اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وخُلُقُ الاِسْلَامِ الْحَیَاءُ. (سُنن ابن ماجہ)

ہر دین کا خاص خلق ہے اسلام کا خلق حیاء ہے۔

ﷺ اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نصفُ المَعِیْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَی النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّوَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ. (مشکوٰۃ)

اخراجات میں کفایت شعاری نصف زندگی ہے، لوگوں سے محبت آدھی عقل ہے اور ہر بات کو اچھی طرح معلوم کرنا آدھا علم ہے۔

لاَ عقلَ كَالتَّدْبِيْرُ وَلا وَرَعَ كالكَفِّ ولا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ. (مشکوٰۃ)

عقل یہ ہے کہ انجام سوچ لے، تقویٰ یہ ہے کہ رُک جائے، خوبی یہ ہے کہ خُلق اچھا ہو۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه، مَالَا يَعْنِيْهِ.

جو مرد عمدہ طریق پر اسلام لایا اس نے ہر لغویت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

اَلْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالنُّطْقِ.

(بعض اوقات) گویائی (بھی) مصیبتیں پیدا کرتی ہے۔

تَرْكُ الشَّرِّ صَدَقَةٌ.

بُرائی کو چھوڑنا صدقہ ہے۔

انزلو الناس منازلھم.

لوگوں کے ساتھ حسبِ مراتب سلوک کرو۔

ایک طویل حدیث میں تدبر و تفکر، جامعیت، صدق اور نظامِ کلامِ نبی ﷺ ملاحظہ کریں:

"اِیاکُم والظَنّ فاِن الظن اَکذَبُ الحدیثِ ولا تحسسو ولا تَنافشو ولا تحاسدوو لا تباغَضو ولا تدابروو کُونو عباداللّٰهِ اِخواناً کما امرکُمُ اللّٰهُ تعالیٰ: المسلمُ اخوالمسلم لِایَظلِمُهٗ ولا یخذُلهٗ ولا یحقِرُهٗ بِحسبِ امْرِءٍ مِن اِشراکٍ یحقِرُ اَخاالمسلمِ کُلُّ المسلمِ علی المسلم حرامٌ مالُهٗ ودَمُهٗ وعِرضُهٗ اِنّ اللّٰهَ یَنظُرُ اِلیٰ صُورِکُمْ واَجسادِکُمْ ولکن ینظر اِلیٰ قُلُوبِکُمْ واعمالِکُمْ. التقویٰ هٰهُنا التقویٰ هٰهُنا وبشیرُ اِلیٰ صدرِہٖ. آلا لَا یَبِیعُ بعضُکُم علیٰ بعض وکونو عباداللّٰهِ اِخواناً وّ ولا یحِلُّ لِمُسلِمٍ اَنْ یَهجُرَ اَخاهُ فوقَ ثلاثٍ. (مسلم: روایت ابو ہریرہؓ)

خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا، بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔
لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا۔
بڑھنے کے لیے مت جھگڑنا۔ باہمی حسد نہ کرنا۔ باہمی بُغض نہ رکھنا۔ کسی کی

پسِ پُشت بُرائی نہ کرنا۔اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا جیسا کہ تم کو اللہ کا حکم ہے۔ مُسلم مُسلم کا بھائی ہے، بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے۔انسان کے لیے یہی بُرائی بہت زیادہ ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو وہ حقیر سمجھا کرے۔مسلمان کا مال، خون، عزت دوسرے مسلمان پر بالکل حرام ہے۔اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔(دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) تقویٰ یہاں ہے تقویٰ یہاں ہے۔خبردار ایک کی خرید پر دوسرا شخص خریدار نہ بنے۔اللہ کے بندو! بھائی بھائی بنو۔مسلمان پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔

خطابت

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ. (حٰمٓ السجدہ:۳۳)

(اور اس سے بہتر بات کس کی ہے جو دوسروں کو اللہ کی طرف بُلائے)

تکلم ہی کا ایک اہم جز خطابت ہے اور خطابت یوں بھی عربوں کی دولت تھی پھر قریش تو اس صفت سے خاص طور پر مالا مال تھے۔عربی معاشرے میں خطابت بہت بڑا وصف اور جادوئی اثر رکھتا تھا۔فِلپ کے حِتّی ،تاریخِ عرب، میں لکھتا ہے:

> ''عربی زبان اپنی نادر تراکیب کی بدولت ایک جامع اور لطیف طرزِ خطابت کے سانچے میں بڑی خوبی کے ساتھ ڈھل جاتی ہے۔اسلام نے عربی زبان کی اس امتیازی خصوصیت اور عربوں کی نفسیاتی ندرت سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔''(۱۰۵)

''العقد'' میں آنحضور (ﷺ) کے حوالے سے لکھا ہے:

''اِنَّ مِنَ البیان یسحرًا''(۱۰۶)

یعنی بعض خطبات جادو کا اثر رکھتے ہیں۔

بحیثیتِ مجموعی اہلِ عرب کی خطابت مسلم تھی۔اسی بنا پر وہ غیر عربی اقوام کو عجمی (گونگا) کہتے تھے۔محسنِ انسانیت ﷺ چونکہ ایک عظیم پیغام کے حامل تھے اس لیے خطابت ناگزیرضرورت اور منصبِ نبوت کا فطری تقاضا بھی تھا۔دعوتِ اسلام میں کلام اللہ کی تاثیر کے بعد سب سے مؤثر طریقہ افصح العرب ﷺ کی خطابت تھی۔وہی خطابت کا فن جو عرب میں پہلے سے موجود تھا مگر اعلیٰ ترین اقدارِ زندگی کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ نے اسے شرک و بُت پرستی کی جڑیں کاٹنے اور انسانی معاشرے کی اصلاح کے لیے ایک کامیاب ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔توحید و رسالت اور حق و صداقت کی تبلیغ، عملِ صالح، اصلاحِ ذات البین، تحریض علی الجہاد اور انسانیت کی فلاح دارین کے لیے آپ ﷺ نے خطبات کو استعمال کیا۔[107]

عرب اور قریش کے خطیبانہ ماحول سے حضور ﷺ بہت بلند رہے۔وعظ و تقریر کی کثرت سے آپ ﷺ نے پرہیز کیا اور معاشرہ کی ضروریات اور اس کے ظرف کو دیکھ کر اعتدال سے قوتِ خطابت کا استعمال کیا اور عربی خطابت کو ایک نیا اسلوب عطا کیا۔آپ (ﷺ) سے پہلے کی خطابت لفظوں کی شعبدہ بازی تھی جس کا مظاہرہ یا تو کاہنوں کی ملمع سازی اور پُر تکلف سجع و قافیہ سے ہوتا تھا اور یا اسے منافرت و مفاخرت کا ہتھیار سمجھا جاتا تھا۔مگر بعثتِ محمدی اور خطابتِ نبوی نے اس صورتِ حال کو یکسر بدل دیا اور سجع و قافیہ اور ابہام کی ملمع سازی کو یک قلم منسوخ و مسترد ٹھہرایا گیا۔[108] منافرت و مفاخرت کے ہتھیار کو معاشرے کا مفید اور پُر اثر تعمیری وسیلہ بنا دیا گیا۔خطابت کا ایسا اسلوب رواج پا گیا جو سادگی و سلاست کے ساتھ رونق و رعنائی کا رنگ بھی لیے ہوئے تھا۔یہی اسلوب خطابت منبر و مسجد کا خاصا بن گیا اور بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی، وعظ و نصیحت، تلقینِ جہاد اور احکامِ شریعت کی تعلیم کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔اس طرح خطابتِ نبوی نے قرآن مجید کے بعد عربی زبان پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔[109]

آپ ﷺ کی خطابت میں جوامع الکلم، فصاحت و بلاغت اور ایجاز و بیان کی بہترین خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔آپ ﷺ کے خطبات فصاحت و بلاغت اور تاثیر انگیزی سے

قطع نظر اپنی معنوی اہمیت کی بنا پر بھی تاریخِ انسانی میں بہترین فکری ورثے کی حیثیت رکھتے ہیں، مختصر مگر جامع، الفاظ کم اور معانی زیادہ! تکلف و تصنع کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ جہاں بات کو طول دینا اور مفصل بیان کرنا ہوتا وہاں آپ (ﷺ) شرح و بسط سے کام لیتے اور جہاں اجمال و اختصار مناسب ہوتا وہاں موقعے کی مناسبت سے اختصار و جامعیت سے کام لیتے۔ آپ (ﷺ) کے کلام میں نامانوس اور سوقیانہ الفاظ کبھی نہیں ہوتے تھے۔ آپ (ﷺ) جب بھی تقریر فرماتے حکمت و دانش کے موتی برستے ہوئے نظر آتے۔ آپ (ﷺ) کی بات اس قدر واضح اور عام فہم ہوتی کہ کسی بھی ذہنی سطح رکھنے والے کو دوبارہ سننے کی حاجت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ آپ (ﷺ) کا کلام ہر نقص و عیب سے پاک ہوتا تھا۔ خطابت میں ایسا مدلل انداز اختیار کرتے کہ بات سامعین کے دلوں میں اتر جاتی تھی۔ طویل تقریر بھی مختصر مگر پُر مغز جملوں میں ہوتی۔ الفاظ کے ہیر پھیر کا کبھی سہارا نہیں لیا۔ اسلوبِ بیان میں نہ تو سست روی کا مظاہرہ ہوتا اور نہ تیزی و جلد بازی کا۔ اس میں لفظ و معنی کا توازن بھی ہوتا اور اثر انگیزی اور مقصد کی بلندی بھی۔ کلامِ نبوت سے سہل تر مگر ساتھ ہی فصیح ترین کلام کسی کا نہ ہوتا۔"[110] عہدِ نبوت کے مشہور شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

لو لم تکن نبیه آیاتٌ مُبیّنةٌ
کانت بَهٖ اهتهٗ تُنبِیکَ بالخیرَ [111]

(اگر آپ (ﷺ) کے پاس اعجازِ قرآنی کی واضح نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو آپ (ﷺ) کی خطیبانہ بداہت گوئی تجھے حقیقتِ حال کی خبر دے دیتی)

خطبہ اور خطیب کیسا ہونا چاہیے، اس سلسلے میں کتب احادیث میں متعدد روایات موجود ہیں، مثال کے طور پر حضرت عمار بن یاسرؓ کے حوالے سے یہ روایت ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ نماز کو طول دیا کریں اور خطبات کو مختصر کیا کریں۔"[112]

ایک اور موقع پر آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کو وہ فصیح و بلیغ خطیب ناپسند ہے جو اپنی زبان سے

یوں چرتا ہے جس طرح گائے چرتی ہے۔"(۱۱۳)

آپ ﷺ کے خطبے کا کوئی مستقل یا مقررہ اسلوب نہ تھا۔ آپ ﷺ زمین پر کھڑے ہو کر یا کسی درخت سے ٹیک لگا کر یا منبر پر بیٹھ کر یا اونٹ پر سوار ہو کر خُطبہ دیتے۔ سواری پر خطبہ جنگ وغیرہ کے موقع پر دیتے۔ خطبہ دیتے وقت عموماً آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک عصا ہوتا، کبھی کبھی آپ ﷺ کے پاس کمان ہوتی تو اس پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے۔ خطبے کے دوران میں آپ ﷺ کی آواز کم وبیش ہوتی تھی، جب آواز بلند ہوتی تو چہرے پر جلال ہوتا۔ مسجد میں خطابت فرماتے تو اپنی چھڑی پر سہارا لیتے اور میدانِ جنگ میں تقریر فرمانا ہوتی تو کمان پر ٹیک لگاتے۔ کبھی کبھار سواری پر سے بھی خطاب کیا۔ تقریر میں جسم دائیں بائیں جھوم جاتا۔ ہاتھوں کو حسبِ ضرورت حرکت دیتے۔ تقریر میں بعض مواقع پر **والذی نفسی بیده** یا **والذی نفس محمد بیده** یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یا محمدؐ کی جان ہے، کہہ کر قسم کھاتے، لہجے میں بھی اور چہرے پر بھی دل کے حقیقی جذبات جھلکتے اور سامعین پر اثر انداز ہوتے۔(۱۱۴)

منبرِ نبوی سے سیاسی وفوجی، فقہی ودینی مسائل کی تشریح، وعظ ونصیحت اور تزکیہ وتبلیغ کا کام خطابت سے لیا جاتا تھا۔ آپ (ﷺ) سے پہلے اللہ کی حمد وثنا سے خطبہ کا آغاز نہیں ہوتا تھا یہ روایت بھی آپ (ﷺ) سے قائم ہوئی جو آج تک چلی آتی ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) کا معمول تھا کہ اپنے خطبات میں کتاب اللہ کے اقتباسات بکثرت استعمال فرماتے تھے۔

تقریر کو اثر انگیز بنانے کے لیے قدرتِ ربانی نے آپ (ﷺ) کی طبیعت میں ایک خاص ملکہ ودیعت کیا تھا۔ موقع محل کی مناسبت سے اپنی بات کو مؤثر بنانے میں افصح العرب (ﷺ) کی کوئی نظیر نہیں۔ ایک مرتبہ آپ (ﷺ) نے عصر کے بعد صحابہ کرامؓ کو دنیا کی بے ثباتی اور قربِ قیامت کے بارے میں وعظ فرمایا، تقریر کرتے کرتے جب نگاہِ نبوت نے ڈوبتے سورج کو ملاحظہ فرمایا تو فوراً ارشاد ہوا:

"دنیا کی گزشتہ عمر کے مقابلے میں اب اس کی عمر کا حصہ اتنا ہی

باقی رہ گیا ہے جتنا آج کے دن کے گزشتہ وقت کے مقابلے میں اب غروبِ آفتاب کے وقت یہ وقفہ رہ گیا ہے۔''(۱۱۵)

کوہِ صفا پر صبح سویرے چڑھ کر بلند آواز میں یہ صدا لگائی: ''یا صباحاہ!''۔اس آواز کے سنتے ہی لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے گفتگو کا آغاز تمثیلی پیرائے میں یوں بیان فرمایا:

''اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے بنی کعب، اے بنی عبد الشمس، اے آلِ قریش!!!

اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکرِ جرار کھڑا ہے اور وہ تم پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کرلو گے؟

سب بیک آواز پکار اُٹھے: کیوں نہیں ہمیں یقین ہے۔ہم نے آپ ﷺ کو صادق پایا ہے۔

آپ ﷺ نے نہایت حکیمانہ انداز میں فرمایا:

تو خوب غور سے سنو! میں تم کو ایک سخت اور المناک عذاب سے آگاہ کرنے اور ڈرانے آیا ہوں جو بالکل تمہارے سامنے ہے۔اپنی جانوں کو اس کی پکڑ سے بچانے کی کوشش کرو۔اللہ نے مجھے اپنے قریبی عزیزوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا ہے۔تم لوگ میرے عزیز و اقارب ہو، یہ بات میرے دائرہ اختیار سے باہر ہے کہ میں آخرت میں تمہاری سفارش کرسکوں جب تک کہ تم لا الہ الا اللہ نہ پڑھ لو۔ ہاں، اگر اسلام قبول کرلو تو میں اپنے اللہ کے ہاں تمہاری شہادت دے سکتا ہوں۔اس کلمہ کی بدولت عرب تمہارے تابع اور عجم تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔

اے آلِ قریش! سنو خدا کے مقابلے میں میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔قیامت میں صرف متقی اور پرہیزگار لوگ میرے قریب ہوں

گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے تو اعمالِ حسنہ لے کر حاضر ہوں اور تمہارے سروں پر دنیا کا بوجھ ہو، تمہاری پکار بھی اس وقت رائیگاں جائے گی۔‘‘(۱۱۶)

ابتدائی دور میں کوہِ صفا کے خطبہ کے علاوہ متعدد بار آپ ﷺ نے قریش کے سامنے تقاریر فرمائیں۔ اس دور کے ایک خطبے کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

’’قافلے کا دیدبان اپنے ساتھیوں کو کبھی غلط اطلاع نہیں دیا کرتا۔ خدا کی قسم اگر (بفرضِ محال) میں اور سب لوگوں سے جھوٹ کہنے پر تیار بھی ہو جاتا تب بھی تم سے غلط بات ہرگز نہ کہتا۔ اگر (بفرضِ محال) میں دوسرے تمام لوگوں کو ہلاکت وخطرے سے دوچار کر دیتا تو بھی تم کو کبھی خطرہ میں مبتلا نہ کرتا۔ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ اور کوئی الٰہ نہیں میں تمہاری طرف خصوصیت سے اور تمام انسانوں کی طرف جامع طور سے خدا کا مقرر کردہ رسول ہوں۔ بخدا تم کو لازماً مرنا ہے جیسے کہ تم سو جاتے ہو اور پھر مرنے کے بعد تم کو جی اُٹھنا ہے۔۔۔ جیسے کہ تم نیند سے بیدار ہو جاتے ہو۔ تم سے لازماً تمہارے کاموں کا حساب لیا جانا ہے اور تمہیں بھلے کا بدلہ بھلا اور بُرے کا بدلہ بُرا ضرور ملنا ہے پھر یا تو ہمیشہ کے لیے جنت ہوگی یا ہمیشہ کے لیے دوزخ۔‘‘(۱۱۷)

حُنین اور طائف کے معرکے کے بعد حضور ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تو مؤلفۃ القلوب کی خاطر قرآنی مدّ کے تحت نومسلم روسائے مکّہ کو اس میں بہت سا حصّہ دیا تاکہ ان کے دل مزید نرم ہوں اور وہ احسان کے رشتے سے اسلامی ریاست کے ساتھ مربوط تر ہو جائیں۔ انصاریوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ’’رسول اللہ (ﷺ) نے قریش کو خُوب انعامات دیے اور ہمیں محروم رکھا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک خون کی بوندیں ٹپک رہی ہیں۔‘‘ یہ چرچے حضور ﷺ کے کانوں تک بھی پہنچے۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا اور اس میں انصار کا اجتماع بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھ گچھ کے بعد یہ تقریر فرمائی:

’’کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ پہلے گمراہ تھے، خدا نے میرے

ذریعے سے تم کو ہدایت دی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تم کو متحد اور متفق کیا؟ تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعے سے تم کو آسودہ حال کیا؟

(ہر سوال پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا بہت بڑا احسان ہے ہم پر)

"۔۔۔نہیں تم یہ جواب دو کہ اے محمد (ﷺ)! تم کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی، تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی۔ تم جواب میں یہ کہتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو، لیکن اے گروہِ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔"(۱۱۸)

ابنِ ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالے سے حضور ﷺ کا یہ خطبہ درج ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ ہے:

"اصل اور جڑ اسلام کی صرف دو چیزیں ہیں، ایک کلام دوسرا طریقہ۔ سب سے عمدہ کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ خبردار (دین میں) گھڑی ہوئی باتوں (پر عمل کرنے) سے بچو کیونکہ جو کام میرے دین میں نئے نکلیں وہ تمام بُرے کاموں سے زیادہ بُرے ہیں اور نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ تمہارے دل سخت ہوتے جائیں۔ جو چیز کام آنے والی ہے وہ قریب ہے اور وہ دور ہے جو آنے والی نہیں ہے۔ بُرا وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے ہی بُرا بن کر پیدا ہو۔ بھلا آدمی وہ ہے جو دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔

یاد رکھو مومن سے لڑنا کفر ہے اور مومن کو گالی دینا فسق ہے۔ کسی مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین دن سے

زیادہ (بول چال) چھوڑے رکھے۔خبردار جھوٹ سے بہ ہر حال بچو کیونکہ جھوٹ بولنا ارادتاً درست ہے نہ مذاق میں۔کوئی شخص اپنے بچے سے بھی ایسا وعدہ نہ کرے جسے وہ پورا نہ کرے کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔سچے شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے اس نے سچ بولا اور نیکی کی، جبکہ جھوٹے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا اور گناہ کیا۔خبردار! بندہ جھوٹ بولتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں وہ کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔''

بخاری میں عدیؓ بن حاتم کے حوالے سے انفاق فی سبیل اللہ کے بارے آپ ﷺ کا یہ خطاب درج ہے:

''لوگو! بچے ہوئے مال سے غریبوں کی امداد کرو، زیادہ نہ ہو تو ایک صاع غلّہ ہی سہی، یا آدھا صاع، ورنہ ایک مُٹھی یا آدھی مُٹھی۔تم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو آتشِ دوزخ سے بچائے، خواہ ایک کھجور یا آدھی کھجور ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔اگر اتنا بھی نہ مل سکے تو اچھی بات کے ساتھ سہی۔کیونکہ تمھیں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے وہ تم سے یہی کہے گا جو میں تم سے کہتا ہوں کہ کیا میں نے تمھیں مال و اولاد نہیں دیے تھے؟ بندہ عرض کرے گا، ہاں۔خداوند تعالیٰ فرمائے گا: کہاں ہے وہ جو تُو نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے۔اس وقت بندہ آگے پیچھے، دائیں اور بائیں دیکھے گا مگر دوزخ کی گرمی سے بچنے کے لیے کوئی چیز نہ پائے گا۔پس کم از کم نصف خُرما دے کر دوزخ سے بچنے کا سامان کرو۔اگر وہ بھی نہ ہو تو ملائم جواب دے دیا کرو۔کیونکہ مجھے یہ خوف بالکل نہیں کہ تم فاقہ کشی کا سامنا کرو گے کیونکہ خدا تمھارا ناصر ہے اور وہی دینے والا ہے حتیٰ کہ تنہا ایک عورت مدینہ اور حیرہ کے درمیان سفر کرے گی اور اس کو اپنی سواری پر چور چکار کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔''

حضرت حرماسؓ بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک بار رسولِ خُدا ﷺ نے اپنی ناقہ پر

بیٹھے بیٹھے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''خیانت سے بچو کہ وہ بدترین ساتھی ہے۔ ظلم سے بچو کہ وہ قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہوگا۔ طمع اور لالچ سے بچو کہ اسی چیز نے تم سے پہلوں کو غارت کر دیا حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہانے لگے اور انہوں نے اپنے رشتے ناطے توڑ ڈالے۔''

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ خطبہ دیتے سُنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''آتشِ دوزخ سے بچو گو آدھی کھجور سے ہی ہو، کیونکہ وہ (صدقہ) کجی کو درست کر دیتا ہے، بُری موت کو دور کر دیتا ہے اور بھوکے کے لیے بھی اتنا ہی کام کرتا ہے جتنا سیر شدہ کے لیے۔''

۹ ہجری میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ تمیں ہزار صحابہؓ کو ساتھ لے کر تبوک کے مقام پر پہنچے اور مجاہدین کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''سب سے زیادہ سچی بات کتابِ خدا قرآنِ کریم ہے اور سب سے زیادہ مضبوط سہارا تقویٰ کا ایک لفظ ہے۔ سب سے بہتر ملت، ملتِ ابراہیمی ہے۔ سب طریقوں سے بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ تمام باتوں میں بہتر بات اللہ کا ذکر ہے۔ سب قصوں میں سے بہتر یہ قرآن ہے۔ بہترین کام وہ ہیں جو انسان پوری تن دہی اور عزمِ راسخ سے کرے اور بدترین کام وہ ہیں (جو دینِ خدا میں) از خود وضع کر لیے جائیں۔ تمام راہوں میں سب سے عمدہ راہ پیغمبروں کی راہ ہے۔ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے۔ سب سے بُرا نابینا پن (بے بصری) ہدایت کے بعد گمراہی ہے۔ بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے اور بہتر ہدایت وہ ہے جس پر عمل کیا جائے۔ بدترین اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ جو چیز کم ہو مگر کافی ہو وہ اس سے بہتر ہے جو ہو تو زیادہ مگر

غافل کرنے والی ہو۔ بدترین توبہ موت کے وقت کی معذرت ہے۔ بدترین ندامت قیامت کے دن ہوگی۔ سُنو بعض ایسے لوگ ہیں جو بہت دیر کرکے جمعہ میں آتے ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا کا ذکر لاتعلقی سے کرتے ہیں۔ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک جھوٹی زبان ہے۔ بہترین تونگری دل کی تونگری ہے۔ اصلی کارآمد توشہ تقویٰ ہے۔ دانائیوں کا سرتاج اللہ عزوجل کا ڈر ہے۔ دلوں کی سب سے پسندیدہ چیز یقین ہے۔ شک کفر کا ایک جزو ہے۔ میّت پر چیخنا چلانا جاہلیت کا عمل ہے۔ خیانت دوزخ کی آگ ہے۔ شراب کا پینا دوزخ کی آگ سے داغے جانے کے مترادف ہے۔ (بُرے) شعر ابلیس کی طرف سے ہیں۔ شراب تمام گناہوں کا منبع ہے۔ سب سے بُری خوراک یتیم کا مال ہے۔ سعادت مند انسان وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے اور بدنصیب انسان وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی بُرا لکھ دیا گیا ہو۔ تم میں سے ہر ایک کو چار ہاتھ کے گڑھے میں جانا ہے اور معاملہ آخرت پر منحصر ہوگا۔ عمل کا مدار انجامِ کار پر ہوگا۔ سب سے بُرا خواب جھوٹا خواب ہے۔ ہر آنے والی چیز قریب ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔ اس کا گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) خدا کی نافرمانی ہے۔ اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حُرمت کی طرح ہے۔ جو اللہ کے مقابلے میں قسم کھائے گا اور اس کو جھٹلا دے گا، جو (دوسروں کی خطائیں) بخش دے گا اسے بخش دیا جائے گا۔ جو (دوسروں کو) معاف کردے گا اللہ اس کے گناہ معاف کردے گا۔ جو غصہ پی جائے گا اللہ اسے اس کا اجر دے گا۔ جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اسے اس کا بدلہ دے گا۔ جو سنی سنائی باتیں پھیلائے گا اللہ اس کو رسوا کرے گا۔ جو شخص تکلیف سے صبر ظاہر کرے گا اللہ اس کی تکلیف کو بڑھا دے گا اور جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اس کو عذاب دے گا۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں، میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں، میں اللہ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔''(۱۱۹)

خطبہ فتح مکّہ

فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے دو معرکتہ لآرا خطبات کا مزاج انقلابی ہونے کے سا ان میں ایمان، اخلاق، اقتداء کی گونج سنائی دیتی ہے۔ فتح مکہ کے اس فصیح و بلیغ خطبے کے الفاظ میں ایک روحِ انقلاب کروٹ لے رہی ہے اور مساواتِ انسانی کا اس میں ایک ایسا درس پنہاں ہے جو نخوت و جبروت کے بتوں پر ایک کاری ضرب ہے، غور کیجیے کہ کس قدر متانت ہے اور کیسے دھیمے لہجے میں انسانیت کی تقدیس کا سبق دیا گیا ہے۔ چند الفاظ ہیں جن میں معانی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ یہی خطابت کا کمال ہے۔ اس خطبہ نے ایک ایسی انقلابی روح کو بیدار کیا جو آج بھی زندہ و پائندہ ہے۔[۱۲۰]

فتحِ مکہ کے دن خانۂ کعبہ کے دروازے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور دشمن کی جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی! آگاہ ہو جاؤ! تمام خصلتیں (جانی ہوں یا مالی) جس کا دعویٰ کیا جا سکے وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں بجز ان دو کے یعنی بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانا۔

آگاہ ہو جاؤ! جو شخص خطا سے شبہ عملاً قتل کیا جائے یا کوڑے یا لاٹھی سے مارا جائے اس کی دیت مغلظہ ہے یعنی سو اونٹ جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہیں۔

اے گروہِ قریش! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور غرور اور آبا و اجداد پر فخر کرنے کو باطل کر دیا ہے۔ سب لوگ آدم سے پیدا ہوئے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں!''

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت (کے ملاپ) سے پیدا کیا

اور پھر تم کو شاخوں اور خاندانوں میں تقسیم کردیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی (خداترس) ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔"

اے گروہ قریش! تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟ (لوگوں نے کہا بھلائی کا۔ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: "تم پر اب کوئی عتاب نہیں، جاؤ، آج تم سب آزاد ہو!!۔"

خطبہ حجتہ الوداع

حجتہ الوداع کا خطبہ ایک دورِ نو کے افتتاح کا اعلان ہے۔ اس خطبہ میں کلام کی جامعیت اپنے نقطۂ کمال پر ہے۔ اس کی زبان ان تمام لطافتوں کی حامل تھی جو مختلف قبائل کے افراد کے لیے عسیر الفہم اور اثر آفریں ہو۔ زبان کی تمام خوبیاں یعنی فصاحت وبلاغت ، جزالت اور کلام کا نظم ، ترتیب اپنے نقطۂ عروج پر تھا۔ آپ ﷺ کے اس قدر تفصیلی خطبات بہت کم ہیں۔ اس عظیم خطبہ کا اسلوبِ بیان بہت ہی سادہ اور سلیس ہے۔ یہ خطبہ درحقیقت اسلامی تعلیمات کا لُبِ لباب ہے اور انسانیت کے لیے منشور کا درجہ رکھتا ہے۔ ۹ ذوالحجہ ۱۰ ہجری (۶ مارچ ۶۳۲ء) کو عرفات کے میدان میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کے اجتماع ، جس میں نہ صرف مدینہ منورہ اور مکّہ مکرمہ کے اصحابِ ایمان شامل تھے بلکہ دور دراز کے قبائل بھی تھے، سے ، قصویٰ پر تشریف رکھتے ہوئے خطاب فرمایا:

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ہم اسی کی ثنا کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اسی سے بخشش کی استدعا کرتے ہیں اور اسی سے عفو کے طالب ہیں۔ ہم اپنی روح کی بُرائیوں اور اپنی بداعمالیوں کے خلاف اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ ضلالت میں مبتلا کردے اسے کوئی سیدھی راہ نہیں دکھا سکتا۔ میں شہادت دیتا

ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد، وہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور میں تمہیں تلقین کرتا ہوں کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور میں شروع کرتا ہوں ساتھ بھلائی کے۔

امابعد! لوگو، سنو میری بات تاکہ میں تمام معاملات تم پر واضح کر سکوں کیونکہ میں نہیں جانتا شاید میں آپ کو آئندہ سال اس جگہ دوبارہ نہ مل سکوں۔

لوگو! تمہارے خون، مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تمہارے لیے آج کا دن، یہ شہر اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ کیا میں نے (اللہ کا حکم) تم تک پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! گواہ رہنا۔

جس کسی کے پاس کوئی امانت ہے وہ اسے اس کے مالک کو لوٹا دے۔ جاہلیت کے زمانے کا سود (قرضوں پر) ختم کر دیا گیا۔ مگر تمہیں اپنے سرمائے پر حق حاصل ہے۔ نہ تم ظلم کرو گے اور نہ ظلم برداشت کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ سود ختم ہونا چاہیے۔ پہلا سود اپنے خاندان کا میں مٹاتا ہوں، یہ سود میرے چچا عباس ابن عبدالمطلب کا ہے۔

میں ایامِ جاہلیت کے قتل کے تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون (جو میں معاف کرتا ہوں میرے بھتیجے) عامر ابن ربیعہ ابن الحارث ابن عبدالمطلب کا ہے۔

میں ایامِ جاہلیت کی تمام رسوم کو ختم کرتا ہوں ماسوا تولیت کعبہ کے اور (حجاج کو) پینے کا پانی فراہم کرنے کے۔

قتلِ عمد کا قصاص لیا جائے گا۔ قتلِ غیر عمد وہ ہے جس میں کوئی لاٹھی یا پتھر لگنے سے ہلاک ہو جائے۔ اس صورت میں ایک سو اونٹ دیت مقرر ہے جو اس سے زیادہ طلب کرے گا وہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں سے ہوگا۔

لوگو! سُنتے ہو، کیا میں نے تم تک (اللہ کا حکم) پہنچا دیا؟ یا اللہ گواہ رہنا۔

اما بعد، لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری ہرزمین پر اس کی پُوجا کی جائے گی مگر وہ اس پر بھی مطمئن ہو گا کہ یہاں کے سوا (باقی دنیا میں) اس کی پوجا کی جائے اور ایسے امور میں اس کی تابعداری کی جائے جن سے تم نفرت کرتے ہو۔ چنانچہ اپنے دین کے معاملات میں شیطان سے ہوشیار رہو۔

لوگو! ماہِ کبیسہ کفر پر مستزاد ہے اور جو کفر کا ارتکاب کرتے ہیں، گمراہ کر دیے جاتے ہیں۔ وہ ایک سال تو (کسی مہینہ کو) غیر متبرک قرار دیتے ہیں مگر ایک سال اسے متبرک تسلیم کرتے ہیں تا کہ وہ (مہینوں کی) تعداد پوری کر لیں جنہیں خدا نے حرام قرار دیا ہے اور انہیں باحُرمت قرار دے سکیں جس (مہینہ) کو خدا نے غیر متبرک کہا ہے۔ دراصل وقت (کی گردش) اسی صورتِ حال پر ہے جو اس روز تھی جب خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ ان میں سے چار مہینے مقدس ہیں، ان میں سے تین ایک ساتھ آتے ہیں اور ایک چوتھا الگ ہے۔ مثلاً ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم، اور ماہِ رجب جو قبیلہ مُضر کا ہے جو جمادی الآخر اور شعبان کے درمیان پڑتا ہے۔ کیا میں نے (تم تک) اللہ کا حکم پہنچا دیا۔ اے اللہ گواہ رہنا۔

اما بعد، لوگو! تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے اور ان پر تمہارا حق ہے۔ بیویوں پر تمہارا حق اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر کو کسی غیر مرد سے آلودہ نہ کریں اور (ایسے لوگوں کو) تمہارے گھروں میں داخل نہ ہونے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، اِلّا تمہاری اجازت ہو۔ انھیں (عورتوں کو) کوئی معیوب کام نہیں کرنا چاہیے، اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے تمھیں یہ اختیار دیا ہے کہ تم انھیں سرزنش کرو، ان سے بستر میں علیحدگی اختیار کرو، اور (اگر پھر بھی باز نہ آئیں تو) انھیں ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ اگر وہ باز آ جائیں تو تم پر واجب ہے کہ انھیں اچھا کھلاؤ اور رواج کے مطابق اچھا پہناؤ۔ عورتوں کے معاملے

میں فراخ دلی سے کام لو کیونکہ درحقیقت وہ تمھاری قیدیوں کی طرح ہیں، ان کی کوئی املاک نہیں اور تم نے انہیں خدا کی امانت کے طور پر قبول کیا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان (عورتوں) کے وجود سے حظ اُٹھاتے ہو، سو خواتین کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور ان سے نیک سلوک کرو۔

لوگو! کیا میں نے (اللہ کا حکم) تم تک پہنچا دیا ہے؟ اے خدا گواہ رہنا!

لوگو! تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور کسی شخص کے لیے دوسرے بھائی کی اجازت اور مرضی کے بغیر اس کی جائیداد پر قبضہ کرنا خلافِ قانون ہے۔

لوگو! کیا میں نے (اللہ کا حکم) تم تک پہنچا دیا ہے؟ اے خدا گواہ رہنا!

پس میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر اس پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے: وہ چیز ہے اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول کی سنت۔

لوگو! کیا میں نے (اللہ کا حکم) پہنچا دیا؟ اے خدا! گواہ رہنا۔

لوگو! تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا جد بھی ایک ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ شخص ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی (غیر عرب) پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، اگر ہے تو محض اس وجہ سے کہ وہ اللہ سے کتنا ڈرتا ہے۔

اے لوگو! کیا میں نے (اللہ کا حکم) تم تک پہنچا دیا ہے؟''

اس پر لوگوں نے جواب دیا: ''ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔'' تو حضور ﷺ نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''جو لوگ یہاں ہیں وہ یہ تمام باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اے لوگو! خدا نے ہر وارث کا حصہ وراثت متعین کر دیا ہے۔ کسی ایک وارث کے لیے وصیّت کرنا خلافِ قانون ہے۔ ورثا کے سوا کسی کے حق

میں جائداد کی ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنا قانون کے منافی ہے۔ بچے بستر کے مالک (شوہر) کی ملکیت ہیں اور زانی کے لیے صرف سنگساری کی سزا ہے۔ جو کوئی اپنے والد کے سوا کسی اور سے نسب ظاہر کرتا ہے یا اپنے سرپرست کے سوا کسی اور سے اظہارِ تعلق کرتا ہے اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔ اس سے نہ تو معاوضہ طلب کیا جائے گا نہ اس سے اخراجات قبول کیے جائیں گے۔ السلام علیکم (تم پر اللہ کی رحمت ہو)۔''

ابن سعد کے مطابق حضور ﷺ کے خطبے میں یہ دو جملے بھی شامل تھے:

''لوگو! سنو اور عمل کرو، اگر تمہارا کمانڈر کسی پھٹی ہوئی ناک والے حبشی کو بھی مقرر کر دیا جائے، اور صرف اس وقت تک جب تک وہ تم پر اللہ کی کتاب کے احکام نافذ کرے۔''

اور:

''تمہارے غلام، تمہارے غلام، انھیں وہی کھانے کو دو جو تم خود کھاتے ہو، انھیں ویسا ہی لباس فراہم کرو جیسا تم خود پہنتے ہو، اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے جسے تم معاف کرنا نہ چاہو تو انھیں فروخت کر دو مگر ان پر تشدد نہ کرو۔''(۱۲۱)

دُعائیں

بطور عبد حضور ﷺ نے دعا کو شعارِ زیست بنایا اور بطور نبی ﷺ دعوت ان کا معمول بن گئی۔ آپ ﷺ کی خلوتیں دعاؤں کے نور سے مستنیر اور جلوتیں دعوت و تذکیر کے حُسنِ استقامت سے ممیّز تھیں۔ غارِ حرا سے لے کر طائف کے میدان تک، بدر سے لے کر حنین تک، غارِ ثور سے لے کر فتح مکہ تک، معاشرت سے لے کر خانگی زندگی تک، حضور ﷺ کے شب و روز دعاؤں کے حصار میں رہے ہیں۔ خود آپ (ﷺ) کے ارشاداتِ گرامی دعا کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں مثال کے طور پر ترمذی اور حاکم میں نعمان بن بشیرؓ، حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے حوالے سے یہ حدیث کہ اِنَّ الدُّعَآءَ ھُوَ الْعِبَادَةُ یعنی دعا دراصل عبادت ہے

اور اَلدُّ عَآ ءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے یا لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَآءِ. یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ عزت والی کوئی شئے نہیں۔نسائی اور حاکم میں حضرت سلمانؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ رَبَّکُمْ حَیِیٌّ کَرِیْمٌ یَسْتَحْیِیْ مِنْ عَبْدِہٖ اِذَرَفَعَ اِلَیْہِ یَدَیْہِ اَنْ یَرُدَّ ھُمَا صِفراً.

یعنی تمہارا رب بڑا شرم والا اور سخی ہے، جب اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اُسے اُس کو خالی ہاتھ واپس کرتے ہوئے شرم آجاتی ہے۔

حکیمانہ احکام اور بلیغانہ ارشادات کے ساتھ ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کی دعائیں بھی فصاحت و بلاغت کی دنیا میں بلند مقام رکھتی ہیں۔سرورِ کونین ﷺ بارگاہِ ایزدی میں جب دستِ دعا بلند فرماتے اور اس وقت خضوع و خشوع کے عالم میں لسانِ حقیقت ترجمان سے جو کلمات ادا ہوتے وہ ادعیہ ماثورہ کے طور پر محفوظ کر لی گئیں۔ نبی ﷺ بداخلاقی سے خدا کی پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

☆ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشقاق و النفاقِ وسوءِ الاخلاق.

اے میرے اللہ! میں آپس کی پھوٹ، منافقت اور بداخلاقی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

☆ اَللّٰھُمَّ ارزقنی حبک وحب من ینفعنی حبه عندک. (حصن حصین)

اے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس شخص کی جس کی محبت تیرے یہاں مجھے نفع دے۔

☆ اللھم اصلح لی دینی الذی ھو عصمة امری و اصلح لی دنیای التی فیھا معاشی واصلح لی آخرتی التی الیھا معادی واجعل الحیاۃ زیادۃ لی فی کُل خیرٍ واجعل الموت راحته لی من کُل شر. (صحیح مسلم، کتاب الدعوات)

یا اللہ! تو میرے دین کو درست رکھ جس کے باعث میرے تمام معاملات ٹھیک رہتے ہیں اور میرے لیے میری دنیا کو درست فرما جس میں میری زندگانی ہے اور میرے لیے میری آخرت کو درست فرما جس کی طرف مجھے لوٹنا اور زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں زیادتی کا باعث بنا اور موت کو ہر بُرائی سے نجات کا ذریعہ بنا۔

اللّھم انفعنی بما علمنی وعلمنی ما ینفعنی وزدنی علما الحمد للّٰہ علیٰ کُل حال واعوذ بااللّٰہ من حال اھل النار. (زرقانی علی المواہب، جلد۸ص،۳۲۱، وترمذی)

یا اللہ! مجھے میرے علم سے نفع دے اور وہ علم عطا فرما جو مجھے نفع دے اور میرے علم میں اضافہ فرما۔ اللہ کا ہر حال میں شکر ہے اور میں جہنمیوں کے حال سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اللّھم متعنی بسمعی وبصری واجعلھما الوارث منی وانصرعلیٰ من ظلمنی وخذمنه بثاری. (ترمذی وبیہقی)

یا اللہ! مجھ کو میرے کانوں اور آنکھوں سے نفع عطا فرما اور ان کو تادیر باقی رکھ اور جو مُجھ پر ظلم کرے اس پر مجھے مدد دے اور میرا بدلہ اس سے لے۔

اللّھم انی اسئالک فعل الخیرأت وترک المنکرات وحب المساکین واذا ادرت بقوم فتنة فاقبضنی الیک غیرمفتون. (موطامالک)

اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برائیوں سے بچنے کی توفیق طلب کرتا ہوں اور مسکینوں سے محبت کا طلبگار ہوں اور جب تو کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا فرمائے تو مجھے اپنے پاس بلا آزمائش کے بُلا لینا۔

اللّھُمَّ انی اسٔالک الھدی والتقی والعفاف والغنی (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ فی الدعوات)

اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پاک دامنی اور بے نیازی کا طالب ہوں۔

الّھم انی اعوذبک من العجزوالکسل واجبن والھرم والبخل واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنة المحیاوالممات. (بخاری)

اے اللہ! میں عاجزی، کسلمندی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری پناہ مانگتا ہوں عذابِ قبر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے۔

اللھم انی اعوذبک من قلب لا یخشع ومن دعاء لا یسمع ومن نفس لا تشبع ومن علم لا ینفع اعوذبک من ھذہ لاربع. (ترمذی ونسائی)

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس دل سے جس میں تیرا خوف نہ ہو، اس دعا سے جو مسموع نہ ہو اور اس نفس سے جس میں قناعت نہ ہو اور اس علم سے جو منفعت بخش نہ ہو،

میں ان چاروں سے پناہ مانگتا ہوں۔

ﷺ اللھم انی اعوذبک من اشقاق و النفاق وسؤ الاخلاق. (ابوداؤد)

یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں پھوٹ سے اور نفاق سے اور بداخلاقی سے۔

ﷺ اللھم اغفرلی خطیتی وجھلی واسرافی فی امریٰ ومااَنتَ اعلم بہٖ مِنّی اللھم اغفرلی جِدی وھزلی وعمدی وکُل ذالک عندی اللھم اغفرلی ماقدمتُ وماأخّرتُ وما اسررتُ وماأعلنتُ ومااَنتَ اعلمُ بہٖ مِنّی انت المُقَدِّمُ وانتَ المؤخِرُ وانتَ علٰی کُلِّ شیءٍ قدیر.

اے اللہ میری خطائیں، جہالت اور میرے معاملات میں میرا اسراف اور جو کچھ تُو مجھ سے بہتر جانتا ہے، معاف فرما۔ تُو ہی مقدم ہے اور تُو ہی مؤخر ہے اور تو ہی ہر چیز پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

سفرِ طائف میں جب آپ ﷺ نے عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کے باغ میں پناہ لی تو آپ ﷺ نے اللہ کے حضور نہایت الحاح اور زاری سے یہ دعا فرمائی:

''خداوندا! میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے۔ مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تو نے مجھ پر قابو پالینے کا یارا دے دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں۔ مگر تیری طرف سے عاقبت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اس نور کی جو اندھیرے میں اجالا کرتا ہے اور دنیا و آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں۔ تیری مرضی پر راضی ہوں، یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے، کوئی زور اور طاقت تیرے بغیر نہیں۔''(۱۲۲)

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔عین الحق فریدکوٹی، اردو زبان کی قدیم ترین تاریخ، ارسلان پبلشرز، لاہور،۱۹۷۲ء،ص ۳۶۔
۲۔سبطِ حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، مکتبہ دانیال، کراچی، آٹھویں بار،۱۹۸۹ء، ص ۲۰۔
۳۔مولانا شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، (جلد دوم)، (مرتبہ: مولانا سیّد سلیمان ندوی) نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۳،۴۔
۴۔فِلپ کے حِتی، تاریخ عرب، (اردو ترجمہ: پروفیسر سیّد مبارز الدین رفعت محمد معین خاں) نگارشات، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص: ۲۲، ۲۳۔
۵۔سراج منیر، اسلام اور ادیانِ سامیہ کا مزاج مشمولہ ''ملتِ اسلامیہ، تہذیب وتقدیر'' ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، باراوّل ۱۹۸۷ء، ص ۲۴۔
۶۔ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی، معجم البلدان، (جلد ۴) طبع بیروت، ۱۹۵۶ء، ص ۱۴۲۔
۷۔ابن منظور: ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی المصری، لسان العرب، جلد ۷، طبع ثانی، المطبعہ السّلفیہ، قاہرہ، ۱۳۴۸ھ، ص ۴۴۷، ۴۴۸۔
۸۔ابوالفیض السید محمد مرتضٰی الواسطی الزبیدی الحنفی، تاج العروس، جلد ۵، احیاء التراث، قاہرہ، ۱۳۰۶ھ، ص ۲۵۴۔
۹۔ حسان ابی حارب، الغزل عندالعرب، طبع اُولی، قاہرہ، ۱۹۴۷ء، ص ۲۶، ۲۷۔
۱۰۔ابن قتیبہ، الشعر والشعراء، ج ۱، ص ۱۲۳
۱۱۔شمس بریلوی، رسولؐ اللہ کے کلام کی فصاحت وبلاغت، مشمولہ نقوش، (رسول نمبر جلد ۸)، ادارہ فروغِ اردو، لاہور، شمارہ ۱۳۰، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۲۰۴، ۲۰۶۔
۱۲۔انور جمال، ادبی اصطلاحات، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، طبع دوم ۱۹۹۸ء ص ۸۱، ۸۲۔
۱۳۔مولانا شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، (جلد دوم) مرتبہ: سیّد سلیمان ندوی، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۹۔
۱۴۔ پنڈت برج موہن کیفی، منشورات، دانش محل، فیض گنج، دہلی، ۱۹۴۵ء۔
۱۵۔ پروفیسر سید عابد علی عابد، اصول انتقادیات ادبیات، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۹۸، ۲۱۳، ۲۱۴۔
۱۶۔مولوی محمد نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت، مطبوعہ: نولکشور لکھنؤ، ۱۹۲۶ء، ص ۱۸۰۔
۱۷۔مولانا اصغر علی روحی، دبیر عجم، مطبع مقبولِ عام، لاہور، ۱۹۲۸ء، ص ۳۲۸۔
۱۸۔ پروفیسر سید عابد علی عابد، اصولِ انتقادیات ادبیات، محولہ بالا، ص ۲۰۴۔
۱۹۔ابواللیث صدیقی، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، اردو مرکز، لاہور، طبع ثانی اکتوبر ۱۹۵۵ء ص ۴۰۴۔
۲۰۔سیّد انشا اللہ خاں انشا، دریائے لطافت، مترجم: پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت دوم ۱۹۸۸ء، ص ۳۷ تا ۴۱۔
۲۱۔ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، کشافِ تنقیدی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳۴۔

۲۲۔ پروفیسر سید عابد علی عابد، اصولِ انتقادیاتِ ادبیات، ص ۲۶۹۔
۲۳۔ مولانا شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، جلد دوم، ص ۱۱۔
۲۴۔ ابوعثمان عمرو بن بحرالجاحظ، البیان والتبین، جلد۲، مطبوعہ قاہرہ، مصر، ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء، ص ۲۸۔
۲۵۔ مولانا شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، جلد دوم، ص ۶، ۷۔
۲۶۔ انور جمال، ادبی اصطلاحات، ص ۱۸، ۱۹۔
۲۷۔ مولانا شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی، جلد دوم، ص ۶ تا ۱۲۔
۲۸۔ پروفیسر سید عابد علی عابد، اصولِ انتقادیاتِ ادبیات، ص ۲۷۰، ۲۷۱۔
۲۹۔ جاحظ، البیان والتبین، جلد اوّل، ص ۹۳۔
۳۰۔ داؤد سلام، النقد المنھجی عند الجاحظ، مطبعہ المعارف، بغداد، ۱۹۶۰ء، ص ۹۵۔
۳۱۔ ابوالکلام قاسمی، مشرقی شعریات اور اردو تنقید کی روایت، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۵۲۔
۳۲۔ ابن رشیق القیروانی، العمدہ، جلد:۱، امین ہندیہ بمصر، ۱۹۲۵ء، ص ۸۰۔
۳۳۔ الباقلانی: اعجاز القرآن، (مرتبہ سیّد احمد صغیر)، ص ۶۳۔
۳۴۔ ابن سلام الجمحی، طبقات الشعرا، لائیڈن، ۱۹۱۳ء، ص ۲۸۱۔
۳۵۔ ابن قتیبہ، الشعر والشعراء، جلد:۱، ص ۵۰۔
۳۶۔ قدامہ بن جعفر، نقد الشعراء، ترتیب وتدوین: ایس۔ اے بوبکر، لائیڈن، ۱۹۵۶ء۔
۳۷۔ الباقلانی: اعجاز القرآن، ص ۷۰۔
۳۸۔ عبدالقاہر جرجانی، اسرار البلاغہ، مطبوعہ، قاہرہ (مصر)، ص ۱۱۹۔
۳۹۔ ابوعثمان عمرو بن بحرالجاحظ، الحیوان، المجمع العلمی، بیروت، ص ۳۹۔
۴۰۔ المشیبانی، الجامع الکبیر، مطبعۃ الاستقامہ، مصر، ۱۳۵۵ھ، ص ۲۲۔
۴۱۔ ابن خلدون: عبدالرحمٰن محمد الحضرمی المغربی، مقدمہ ابن خلدون، ترجمہ: مولانا سعد حسن خان یوسفی، میر محمد کتب خانہ، کراچی، سن ندارد، ص ۵۹۳۔
۴۲۔ مولانا شبلی نعمانی، مقالاتِ شبلی (جلد دوم)، ص ۱۰، ۱۲۔
۴۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمت اللعالمین، جلد۳، الفیصل ناشران، لاہور، مئی ۱۹۹۱ء، ص ۲۴۳۔
۴۴۔ فلپ کے ہتی، تاریخ عرب، ص: ۲۳، ۲۴۔
۴۵۔ ڈاکٹر سیّد احتشام احمد ندوی، عصر عباسی سے قبل عربی تنقید کا ارتقاء، (مضمون) مشمولہ: معارف، اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۶۷ء
۴۶۔ مقدمہ دیوانِ حسانؓ، ص ۴۴۔
۴۷۔ جاحظ، البیان والتبین، جلد۲، ص ۲۸۔
۴۸۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، فصاحت نبوی، مشمولہ: نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) محولہ بالا، ص ۳۹۲۔

۴۹۔نعیم صدیقی،محسنِ انسانیت،اسلامک پبلی کیشنز،لاہور،طبع دوم ۱۹۶۳ء،ص ۱۰۱۔
۵۰۔جاحظ،البیان والتبیین،جلد:اول،ص ۳۱۴۔
۵۱۔شیخ شہاب الدین احمد ابن محمد القسطلانی،المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه،جلد اول،ص ۲۵۶،بحوالہ محسنِ انسانیت،ص ۱۰۲۔
۵۲۔نعیم صدیقی،محسنِ انسانیت،ص ۱۰۵۔
۵۳۔شمس بریلوی،رسولؐ اللہ کے کلام کی فصاحت و بلاغت،مشمولہ،نقوش،(رسول نمبر جلد ۸)،ص:۴۱۳،۴۱۳،۴۱۴۔
۵۴۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری،رحمت اللعالمین،جلد:۳،ص ۱۹۹۔
۵۵۔قاضی عیاض،الشفاء بتعریف المصطفیٰ،جلد؛اول،اردو ترجمہ:مفتی غلام معین الدین نعیمی،ادارہ نعیمیہ رضویہ،لاہور،۱۹۶۰ء،ص ۴۴،۱۷۸۔
۵۶۔شمس بریلوی،رسولؐ اللہ کے کلام کی فصاحت و بلاغت،مشمولہ،نقوش،(رسول نمبر جلد ۸)،ص؛۴۳۷۔
۵۷۔قاضی عیاض،الشفاء بتعریف المصطفیٰ،جلد؛اول،ص ۱۷۷۔
۵۸۔ایضاً،ص ۱۷۸۔
۵۹۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر،ارشاداتِ نبوی،مشمولہ؛نقوش،(رسول نمبر جلد ۸)محولہ بالا،ص ۵۵۱۔
۶۰۔امام غزالی،''احیاءعلوم الدین'' جلد ۲،مطبع عثمانیہ مصریہ،۱۹۳۳ء،ص ۲۷۴۔
۶۱۔استاد احمد حسن زیات،تاریخ ادبِ عربی،(ترجمہ:عبدالرحمٰن سورتی)شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور،۱۹۶۱ء۔
۶۲۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر،فصاحتِ نبوی،مشمولہ:نقوش،(رسول نمبر جلد ۸)محولہ بالا،ص ۳۸۵۔
۶۳۔ایضاً،ص ۳۸۶۔
۶۴۔ایضاً،ص ۳۸۷،۳۸۸۔
۶۵۔ایضاً،ص ۳۹۰،۳۹۱۔
۶۶۔ایضاً،ص ۳۶۸،۳۶۹۔
۶۷۔محمد عطیۃ الابراشی،عظمۃ الرسول (ﷺ) ص ۲۷۵،بحوالہ؛ایضاً،ص ۳۶۹،۳۷۰۔
۶۸۔ایضاً،ص ۳۸۹۔
۶۹۔شرف الدین اصلاحی،حضور کے جوامع الکلم،مشمولہ؛نقوش،(رسول نمبر جلد ۸)محولہ بالا،ص ۵۴۲۔
۷۰۔جاحظ،البیان و التبیین،جلد:۴،ص ۲۹۔
۷۱۔عظمت الرسول،ص ۲۷۷۔
۷۲۔قاضی عیاض،الشفاء بتعریف المصطفیٰ،جلد؛اول،ص ۱۶۷۔
۷۳۔صحیح بخاری،کتاب الصلوٰۃ باب جعلت لی الارض کلها مسجد و کتاب التیمم و صحیح مسلم باب المساجد ونسائی باب التیمم)

۷۴۔مولانا سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، جلد سوم نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، طبع چہارم ۱۹۸۵ء، ص ۸۱۰۔
۷۵۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الاعتصام، اردو ترجمہ مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۹۱۷۔
۷۶۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمت اللعالمین، جلد:۳، ص ۱۱۶۔
۷۷۔شرف الدین اصلاحی، حضور کے جوامع الکلم، مشمولہ:نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) محولہ بالا، ص ۵۴۳۔
۷۸۔نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت، ص ۱۰۴۔
۷۹۔ایضاً، ص ۱۰۵۔
۸۰۔جاحظ، البیان والتبیین، جلد:۲، ص ۱۶ تا ۱۷۔
۸۱۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ارشادات نبوی، مشمولہ:نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) محولہ بالا، ص ۵۵۱۔
۸۲۔امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد:۲، ص ۲۷۴۔
۸۳۔ابن القیم الجوزی، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، جلد ا، ص ۳۰۷۔
۸۴۔A.M.Lamartine ,Historire deca Turquie, Paris, 1854,Vol:2,P;276,277
۸۵۔نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت، ص ۹۹۔
۸۶۔جاحظ، البیان والتبیین، جلد:ا، ص ۱۷۰۔
۸۷۔ایضاً، ص ۲۵۸۔
۸۸۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، مترجم مفتی غلام معین الدین نعیمی (جلد اول)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۲۳، ۲۴۔
۸۹۔پروفیسر فیض اللہ منصور، مکالمات رسول ﷺ، مشمولہ:نقوش (رسول نمبر، جلد ۷)، نمبر ۱۳۰، ادارہ فروغ اردو، لاہور، جنوری ۱۹۸۴ء، ص ۸، ۹۔
۹۰۔ابن القیم الجوزی، زاد المعاد، جلد ا، ص ۳۰۷۔
۹۱۔صحیح بخاری، کتاب العلم/احیاء العلوم الدین، جلد ۲، ص ۲۷۴/طبقات ابن سعد جلد ا، ص ۲۷۵۔
۹۲۔شمائل ترمذی، ص ۱۵۔
۹۳۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمت اللعالمین، جلد:ا، ص ۲۷۶۔
۹۴۔ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری، طبقات ابن سعد، جلد:ا، اردو ترجمہ: مولانا عبداللہ العمادی، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ص ۲۷۶۔
۹۵۔محمد حسین ہیکل، حیات محمد (ﷺ)، مترجم: ابویحییٰ امام خان، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، بار پنجم ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۰۔
۹۶۔پروفیسر فیض اللہ منصور، مکالمات رسول ﷺ، مشمولہ:نقوش (رسول نمبر، جلد ۷) ص ۱۶، ۱۷۔
۹۷۔جاحظ، البیان والتبیین، جلد:۲، ص ۱۶ تا ۱۸۔

۹۸۔ شمس بریلوی، رسولؐ اللہ کے کلام کی فصاحت و بلاغت، مشمولہ نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) ص: ۴۴۰۔
۹۹۔ الشیخ محمد عبدہٗ' رسالۃ التوحید، مطبوعہ: قاہرہ (مصر)، ۱۳۵۱ھ/۱۸۹۷ء، ص ۱۴۴۔
۱۰۰۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، المستشرقون والاسلام، اردو ترجمہ بعنوان: اسلام اور مستشرقین از: مولانا سلمان شمسی ندوی، ادارہ اسلامیات، لاہور، باراوّل ۱۹۸۲ء، ص ۷۶۔
۱۰۱۔ ایضاً ص ۷۷۔
۱۰۲۔ ایضاً ص ۷۸۔
۱۰۳۔ علامہ شہید مرتضیٰ المطہری، النبی الامیّ، اردو ترجمہ: نور الٰہی مشمولہ: نقوش (رسول نمبر، جلد ۷) محولہ بالا ص ۲۲۷
۱۰۴۔ نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت ص: ۱۰۶۔
۱۰۵۔ فلپ کے حتّی، تاریخ عرب، ص: ۲۳۔
۱۰۶۔ شہاب الدین احمد ابن عبدربہ الاندلسی، مرتبہ: احمد امین، احمد زین، ابراہیم ابیاری "العقد الفرید" جلد ۴، مطبع مصطفیٰ محمد، قاہرہ (مصر) ۱۹۵۲ء، ص: ۷۸۔
۱۰۷۔ محمد بن محمد ابوشہبہ، الوسیط فی علوم ومصطلح الحدیث، عالم المعفۃ، الجدہ، ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۵
۱۰۸۔ جاحظ، البیان و التبیین، جلد: ا، ص ۲۸۷۔
۱۰۹۔ محمد بن محمد ابوشھبہ، الوسیط، ص ۱۰۲۔
۱۱۰۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، فصاحتِ نبوی، مشمولہ: نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) محولہ بالا ص ۳۵۹۔
۱۱۱۔ جاحظ، البیان و التبیین، جلد: ا، ص ۱۰ / عیون الاخبار، جلد ا، ص ۲۲۴۔
۱۱۲۔ جاحظ، البیان و التبیین، جلد: ا، ص ۳۰۳۔
۱۱۳۔ ایضاً ص ۱۹۴۔
۱۱۴۔ نعیم صدیقی، محسنِ انسانیت، ص ۱۰۷۔
۱۱۵۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، فصاحتِ نبوی، مشمولہ: نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) محولہ بالا ص ۳۶۱۔
۱۱۶۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، تاریخ طبری، جلد اوّل، ص ۹۱، سیرت ابن ہشام، جلد ا، ص ۱، ۳، ۲۷۸)
۱۱۷۔ احمد زکی صفوت، جمہرۃ الخطب، ص ۵ بحوالہ محسنِ انسانیت ص ۱۰۹۔
۱۱۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری، بخاری، جلد دوم، ص ۶۲۰۔
۱۱۹۔ حافظ ابن قیم الجوزی، زاد المعاد، جلد ۳، ص ۱۳، ۱۴۔
۱۲۰۔ شمس بریلوی، رسولؐ اللہ کے کلام کی فصاحت و بلاغت، مشمولہ نقوش، (رسول نمبر جلد ۸) ص: ۴۳۴۔
۱۲۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، اردو ترجمہ: نذیر حق، مشمولہ: نقوش (رسول نمبر، جلد ۲)، شمارہ ۱۳۰، دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۵۸۹ تا ۵۹۲۔
۱۲۲۔ (طبرانی معجم کبیر، زاد المعاد، طبری، البدایہ، ابن کثیر)

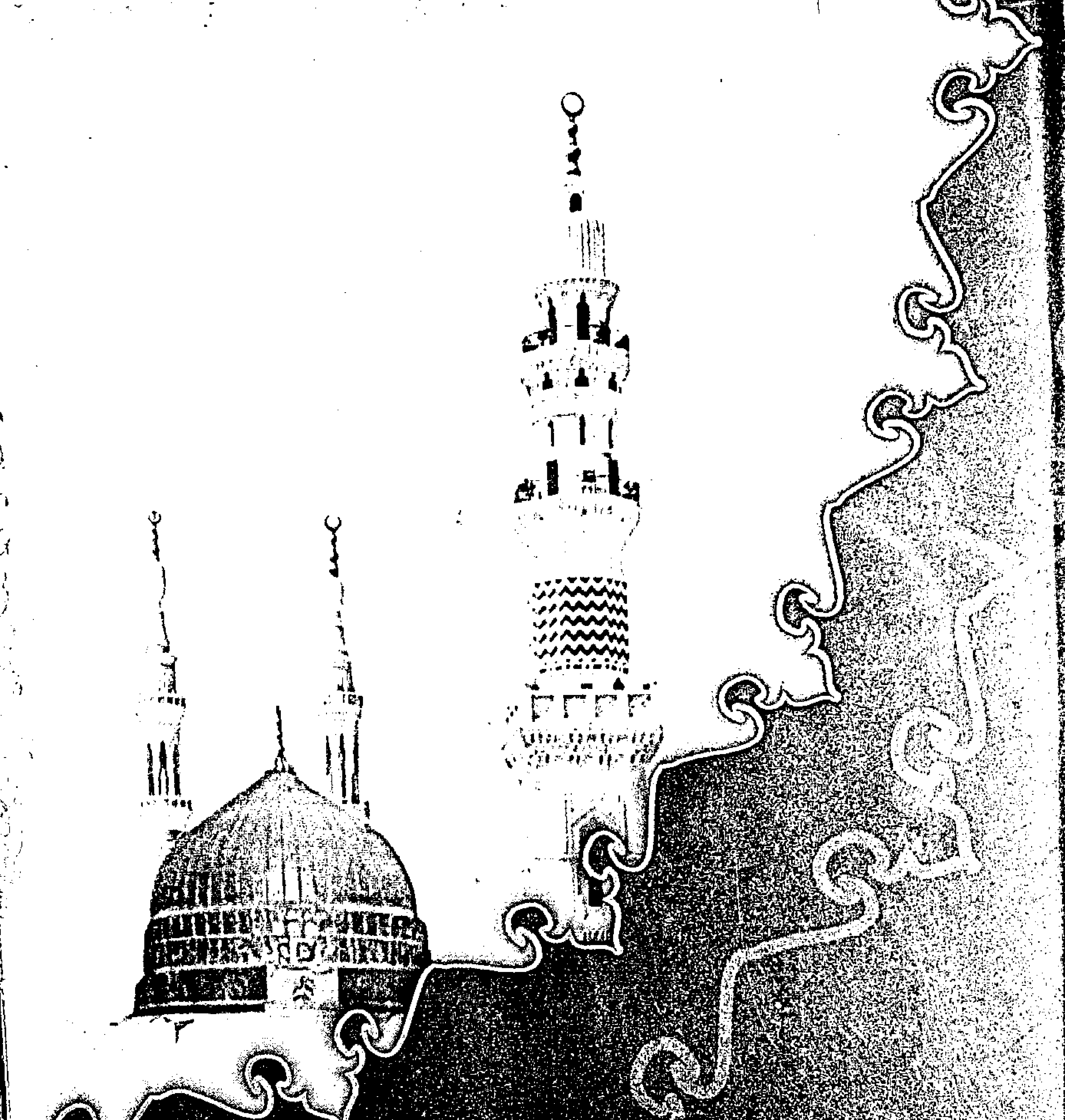

حسنِ کلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد شفیع بلوچ